

۲۱

۲۷۵۰

۲۷۰۰

اللہ تعالیٰ
رج ماکنتم تکتون
اور اللہ ظاہر کرے کہ اسے جو تم چھپا رہے تھو

۲۷۵۰

کشف الاسرار

حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہونے کا ثبوت
دلائل عقلیہ و نقلیہ سے
ہے

سلسلہ احمدیہ کے مشہور محقق و مناظر جناب سید صادق حسین صاحب
مختار عدالت اودہ و سکریٹری انجمن احمدیہ نے مرتب کیا
صفر ہجری المقدس ۱۳۲۱ھ مطابق فروری ۱۹۰۹ء

بیلو پورس قادیان میں حکیم میان معراج الدین صاحب مدظلہ العالی نے مرتب کیا
بار اول
تعداد ۲۰۰
قیمت ۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
عَمَّا رَضِيَ عَنْهُ رَسُولُهُ الْكَبِيرُ

کتاب یوز آسف اور بلوہر

ایک متحفظانہ نظر

(از سید صادق حسین مختار عدالت سکریٹری انجمن احمدیہ ماوہ)

عالی جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب مددگار ہوم سکریٹری حیدر آباد کن
نے محمد بن اینگلو اونیٹل کالج میگزین کے ستمبر اور اکتوبر ۱۹۹۶ء کے پرچوں میں ایک
مضمون لکھا تھا جس کا عنوان یہ تھا کہ کتاب یوز آسف اور بلوہر پر ایک متورخانہ نظر اتفاق
سے یہ مضمون آجکل میری نظر سے گزرا۔ میں نے اس مضمون کو نہایت غور اور دلچسپی کے ساتھ
پڑھا۔ مگر ۱۹۹۶ء سے اب تک یوز آسف کے متعلق کامل تحقیقات کے بعد جو نئی باتیں
دریافت ہوئی ہیں۔ اُن کے لحاظ سے عزیز مرزا صاحب کے مضمون میں مجھے کئی غلطیاں
نظر آئیں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس مضمون پر قلم اٹھایا جاوے۔ اور عزیز مرزا
صاحب کے مضمون سے پہلے کو جو مغالطہ پیش آیا ہے۔ اس مغالطہ کو دور کیا جاوے۔
فاضل مضمون نگار نے اپنے مضمون میں یہ دیکھ لیا ہے کہ کتاب
یوز آسف ابتداء سنسکرت میں لکھی گئی اور غالباً کلیدہ و منہ کے
ساتھ اس کا ایرانی زبان میں ترجمہ ہوا۔ زمانہ تصنیف کی نسبت فاضل مضمون نگار نے

لکھا ہے کہ اگرچہ کوئی خارجی شہادت موجود نہیں ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے خود کتاب میں بعض ایسی اندرونی شہادتیں موجود ہیں۔ جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ وہ کس زمانہ میں لکھی گئی۔ پھون جب یوز آسف پر ایمان ہے۔ تو اس وقت تین سو برس بودہ کو ہو چکے تھے اور پھر آخر میں مصنف کتاب نے لکھا ہے۔ کہ یوز آسف کا چچا سمتا اولاً اس کی نیابت ملک شولایت میں کرتا رہا۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا سائل تخت نشین ہوا۔ اور اس کی بہت اولاد ہوئی اور یہ سلطنت نسلاً بعد نسل اس کے خاندان میں رہی اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ یوز آسف کے زمانہ کے دو سو برس کے بعد یہ کتاب لکھی گئی۔ اور چونکہ بودہ حضرت عیسیٰ سے قریباً پانچ سو برس پہلے گزرا ہے۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ کتاب غالباً حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے کچھ ہی پہلے لکھی گئی تھی۔

پھر شہزادہ یوز آسف کا آخر کار کشمیر میں وفات پانا تسلیم کر کے اس فاضل مضمون نگار نے صفحہ ۳۸۷ میں لکھا ہے۔

”یہ ایک نہایت عجیب و غریب بات ہے۔ کہ ملک کشمیر میں ابھی تک ایک نہایت پرانا مزار موجود ہے جو یوز آسف نبی کا مزار کہلاتا ہے اس سے دو باتیں مستنبط ہوتی ہیں ایک تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس قصہ کی کچھ اصلیت ہے اور یوز آسف (بودہ ست) جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ مذہب بودہ کا مجدد تھا۔ دوسری صدی عیسوی کے قریب مذہب بودہ کا تسلط کشمیر پر بھی ہو گیا تھا۔“

ہم اس مضمون میں انشاء اللہ العزیز روز روشن کی طرح یہ ثابت کر دکھائیں گے کہ یوز آسف (بودہ ست) نہ تھا۔ نہ وہ مذہب بودہ کا مجدد تھا۔ جیسا کہ عزیز مرزا صاحب کا خیال ہے۔ بلکہ یوز آسف اصل میں یسوع آسف ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ پس ناظرین اس سے بہ آسانی نتیجہ نکال سکیں گے۔ کہ کتاب یوز آسف کا زمانہ تصنیف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد مبارک کے سو دو برس بعد ہے اور عزیز مرزا صاحب کا یہ خیال کہ کتاب یوز آسف غالباً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے کچھ ہی پہلے لکھی گئی تھی۔ محض غلط ہے۔

تراجم کتاب یوز آسف | یہ سچ ہے کہ کتاب یوز آسف نے دنیا میں حیرت انگیز قبولیت و شہرت حاصل کی۔ چنانچہ اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو

کر شائع ہونا اس کی قبولیت و شہرت عام کا بین ثبوت ہے۔ ہم فاضل مضمون نگار کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے کتاب کے تراجم کا حال محققانہ طرز پر نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ مگر ہم اس مضمون میں صرف اس کی تلخیص پر اکتفا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ ڈاکٹر لائے بریٹ اور پروفیسر میکسلر نے ثابت کر دیا ہے کہ دراصل یہ کتاب سنسکرت کی گئی ہے۔ پروفیسر کہن نے تسلیم کیا ہے کہ مسلمانوں نے اس کتاب کے محفوظ رکھنے اور شائع کرنے کی کوشش کی ابو جعفر المنصور کے زمانہ میں مسلمانوں نے صرف نجوم و ہندسہ و طب کے ضروری علوم ہی کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ منجملہ دوسرے علوم کے علم اخلاق کی بعض ناور کتابوں کا بھی ترجمہ ہوا۔ اگر علامہ ابن الندیم کی کتاب الفہرست کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہو گا کہ اس کتاب کا نام ان ہندی کتب میں داخل ہے۔ جن کا ترجمہ خواہ براہ راست سنسکرت سے یا پہلوی کے ذریعہ سے عربی میں ہوا تھا یہ امر کہ اس کتاب کا ترجمہ ابو جعفر المنصور ہی کے زمانہ میں ہوا۔ اس کی بڑی شہادت تو یہ ہے کہ یوحنا طیب جس سے اس کا یونانی ترجمہ منسوب ہو منصور ہی کے زمانہ میں گذرا ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ کلیلا و منہ کا ترجمہ بھی اسی کے زمانہ میں ہوا تھا۔ تیسرے طرز تحریر بھی اسی زمانہ کا معلوم ہوتا ہے۔ منصور کے زمانہ میں مترجم پہلوی تین تھے۔ (۱) نوخت منجم (۲) ابو ہبیل مجوسی (۳) ابن المقفع قیاس یہ چاہتا ہے۔ کہ یوز آسف و بلوہر کا ترجمہ بھی اسی آزاد منش شخص نے کیا ہو گا۔ جو اسلام اور دوسرے مذاہب کو ایک نظر سے دیکھتا تھا اور جس نے اس قسم کی ایک کتاب کلیلا و منہ کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ یہ شخص عبد اللہ ابن المقفع تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی۔ کہ عربی میں اس کا ایک ہی ترجمہ موجود نہیں ہے۔ بلکہ پروفیسر کہن کا بیان ہے۔ کہ تین مختلف صورتوں میں یہ کتاب موجود ہے سب سے قدیم زمانہ نسخہ تو مری ہے جو اس وقت عربی میں چھپا ہوا ہے۔ اور اس کے سب سے قدیم ہونے کا ثبوت یہ ہے

کہ وہی یونانی ترجمہ کے بہت زیادہ حد تک مطابق ہے اور اس کی دوسری صورت اہل تشیعہ
 کی مشہور کتاب احوال الدین و اتمام النعمۃ میں موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یوز آسٹ و بلوہر
 کی اخلاقی عظمت نے مجتہدین اہل تشیع کے دل پر ایسا اثر کیا تھا کہ انھوں نے اوسکو علی بن
 حسین بن علی علیہ السلام سے منسوب کر دیا۔ اور ابی جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی نے
 جو چوتھی صدی ہجری میں گزرا ہے اوسکو احادیث میں درج کیا ہے..... شیخ شہاب الدین
 سہروردی نے اپنی مشہور کتاب عوارف المعارف میں نصیحت کے موثر اور غیر موثر ہونے
 کی وہی مثال دی ہے۔ جو اس کتاب میں درج ہے..... مشرق میں اس کا ترجمہ فارسی
 حبشی جارجین ارمنی اور عبرانی زبانوں میں ہوا ہے اور اس کی شہرت ایسی عالمگیر ہوئی کہ
 ۱۷۱۲ء میں جزائر فلپائن میں زبان کمالا میں بھی ترجمہ ہوا۔ لیکن مغرب میں اس کی قدروانی
 مشرق سے بھی زیادہ ہوئی..... یوحنا دمشقی نے جو ابو جعفر المنصور کا طبیب تھا اس کا
 ترجمہ زبان یونانی میں کیا..... خاص یورپ میں اس قصہ کا علم پہلی دفعہ سائیمون مین
 فراسٹ کی کتاب تذکرۃ الاولیاء کے ذریعہ سے ہوا۔ جس میں اس نے پورے قصہ کو
 یونانی زبان میں لکھا۔ سائیمون ۱۷۵۷ء میں گزرا ہے..... تیرہویں صدی عیسوی میں
 وننٹ نے جو شہر لودے کا رہنے والا تھا۔ اس قصہ کو اپنی کتاب اسپیکیم مہوریال
 میں داخل کیا اور جیکوبس ڈی ڈورین نے کسی قدر اختصار کے ساتھ اپنی کتاب گولڈن لیجٹ
 (حدیث زرین) میں اس کا اعادہ کیا۔ اور انہیں مصنفین کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ یوز آسٹ
 و بلوہر کے نام سینٹ جوزاٹ اور سینٹ بارلم کے لقب سے کثیراً یونانی و رومی کے اولیاء
 کی فہرستوں میں داخل ہوئے اور ان سب باتوں کا یہ اثر ہوا کہ سینٹ جوزاٹ و سینٹ بارلم
 اس قدر مقبول ہو گئے۔ کہ ان کے نام سے گرجا بنائے گئے۔ چنانچہ پالرمو واقع سسلی
 میں ایک گرجا سینٹ جوزاٹ کے نام سے آج تک موجود ہے..... بومبیا اور پلینٹ
 اور آئس لینڈ کی زبانوں میں بھی ترجمہ ہوا۔ بلکہ آئس لینڈ کی زبان میں تو ایک ناروے
 کے بادشاہ نے ۱۷۲۷ء میں خود ترجمہ کیا۔ دوسری طرح پر بھی اس کتاب کے مضامین کا اثر
 یورپ کے لطیف پر بہت پڑا ہے۔ اٹلی کے مشہور فنانہ نگار بوکاچیو اور انگلن کے شاعر

گاور اور وحید الدہر شکسیر اور مؤلف جیسار و مازم نے اپنی تصنیفات میں ان قصوں سے بہت مدد لی ہے..... اب اگر خود قصے پر نظر ڈالی جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں کوئی فوق العادت بات جو انسان کو بالطبع مغرب سے نہیں ہے۔ بلکہ مصنف نے ساکیا منی کے ابتدائی حالات اور بودھ مذہب کے اخلاقی نصائح کو سیدھے سادھے طور پر بیان کر دیا ہے۔

فاضل مضمون نگار کا یہ خیال کہ کتاب یوز آسف میں ساکیا منی کو ابتدائی حالات اور مذہب بودھ کے اخلاقی نصائح درج ہیں۔ افسوسناک غلطی کا نتیجہ ہے خود فاضل مضمون نگار صاحب اپنے مضمون میں اپنی تردید آپ کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ یوز آسف (بودھ ست) جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے مذہب بودھ کا مجدد و مہتمم ہے۔ پس جب یوز آسف مذہب بودھ کا مجدد و مہتمم ہے۔ تو وہ ساکیا منی بودھ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مولوی عزیز مرزا صاحب یوز آسف کے بارہ میں کس قدر متروک و غیر ان ہیں۔

اب ہم ناظرین کو دکھلانا چاہتے ہیں۔ کہ یوز آسف دراصل کون شخص تھا اور اس غرض کے لئے انجیم جناب مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر ہائی سکول قادیان کی چٹھیا مطبوعہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۲ نمبر ۱۱ و ۱۲ و جلد ۳ نمبر ۵ سے ذیل کا اقتباس درج کرتے ہیں۔

یوز آسف اصل میں
یسوع آسف ہے

میکمولر اور دوسرے مصنفین جو سب سے پہلے اس بات کی طرف گئے ہیں کہ جوزافٹ اور بودی ستوا یعنی گوتم بدھ دراصل ہیں ان کو علم نہیں تھا کہ جوزافٹ کی قبر سری نگر میں ہے۔ ابھی محض وہی عرصہ گزرا ہے۔ کہ گوتم بدھ کی تربت ایک اور جگہ سے نکلی ہے اور کوئی سمجھا رہا خیال نہیں کرے گا کہ جو شخص محلہ خانیا میں مدفون ہے۔ وہ گوتم بدھ ہے۔ اس امر میں شک نہیں ہو سکتا کہ یہ یوز آسف یا جوزافٹ کی قبر ہے۔ لوگ بالاتفاق گواہی دیتے ہیں کہ یہ نبی یوز آسف کی قبر ہے۔ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ یوز آسف سری نگر میں مدفون ہے

اور یہ شخص غیر ملک کا باشندہ تھا اور ایک شہزادہ تھا۔ ہزار سال سے زیادہ لکھے ہوئے نوشتہ بھی یہی گواہی دیتے ہیں ان امور کے مقابل میں یہ کہنا محض بے ہودہ ہے کہ یوز آسف اور گوتم بدھ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں جن صاحبوں نے پہلے یہ رائے قائم کی انکو ان امور کا علم نہیں تھا۔ ورنہ وہ یہ رائے ہرگز ظاہر نہ کرتے۔

اگر یوز آسف کے قصہ کے بعض واقعات گوتم کے حالات سے ملتے ہوں۔ تو اس کی ثابت نہیں ہو سکتا کہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ ممکن ہے کہ جس طرح گوتم کو بدھ (یعنی حکیم) کا خطاب دیا گیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی خطاب دیا گیا ہو۔ بدھ صرف گوتم کا ہی نام نہیں۔ گوتم سے پہلے بھی اور چھپے بھی کئی بدھ ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح کے ہند میں آنے پر ممکن ہے کہ اہل ہند نے انکو بھی بدھ کا خطاب دیا ہو اور اس طرح گوتم کی طرح حضرت مسیح بھی بدھ کے نام سے مشہور ہو گئے ہوں۔ اور اس طرح یوز آسف کا قصہ لکھنے والوں کو مغالطہ ہو گیا ہو۔ اور انہوں نے گوتم بدھ کے حالات مسیح بدھ کے حالات میں درج کر دیے ہوں پس صرف بعض حالات کی مشابہت سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ گوتم اور یوز آسف دونوں ایک ہی آدمی کے نام ہیں۔ یوز آسف کے نام کو بودی ستواسے جو گوتم کا ایک خطاب ہے۔ کوئی مشابہت نہیں اور یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ بودی ستوا بگڑ کر یوز آسف ہو گیا۔ اگر ناموں کی مشابہت کی بنا پر فیصلہ کیا جاوے۔ تو فیصلہ حضرت مسیح کے حق میں ہوتا ہے یوز آسف صریحاً ایک مرکب لفظ ہے جس کے اجزاء یوز اور آسف ہیں۔

یوز یسوع کا بگڑا ہوا ہے۔ جس سے متبادل ہو گیا اور آسف عبرانی لفظ ہے۔ اور حضرت مسیح کے اسماء میں داخل ہے اور اس کے معنی عبرانی میں اکٹھا کرنے والا ہیں۔ پس یوز آسف یسوع کا بگڑا ہوا ہے اور حضرت مسیح کا یہ نام اختیار کرنا قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں آپ نبی اسرائیل کے گمشدہ فرقوں کی تلاش میں آئے تھے اور ان کا یہ نام نہایت موزوں تھا۔ کیونکہ اس کے معنی میں یسوع اکٹھا کرنے والا کہلائے گا۔ بھیمرون کا۔ اور یہ نام ان کی حالت کے نہایت مناسب تھا۔ علاوہ ازیں ہم جانتے ہیں۔ کہ گوتم اور بگہ مدفون ہے۔ مگر حضرت مسیح کی نسبت ثابت ہے کہ وہ قبر میں سے نکل آئے

لباس سفر کیا۔ اپنے حواریوں سے ملاقاتیں کیں۔ شہر اور مچھلی کہاٹی اور اپنے ایک حواری کی کھلی بھی اپنے زخموں میں ڈلو کر اپنے خاکی جسم اور زندگی کا ثبوت دیا۔ یہ امور بھی اسی کے مؤید ہیں کہ یوز آسف یسوع آسف ہی ہے۔ گوتم بدھ نہیں ہے۔ کیونکہ ایک کا قبر سے نکلنا اور زندہ پھر ثابت ہونا۔ دوسرے کا خاک میں مل جانا ثابت ہو پھر لوگوں کی زبانی شہادت اور تائید کی گواہی کی کہ یوز آسف شہزادہ ایک غیر ملک کا نبی تھا۔ جو کشمیر میں آکر فوت ہوا یہ بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ یوز آسف سوائے حضرت مسیح کے اور کوئی نہیں پھر ایک اور مؤید فریہ یہ ہے کہ افغان اور کشمیری گم شدہ بنی اسرائیل کی نسل تسلیم کئے گئے ہیں اور حضرت مسیح کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ اپنی قوم کے اس بڑے حصہ کو بھی تبلیغ کرتے کوئی وجہ نہیں کہ وہ شام کی دو قوموں کو وعظ کرتے اور باقی دس قوموں کو بالکل محروم کرتے حالانکہ وہ کل بنی اسرائیل کے لئے نبی ہو کر آئے تھے۔ اس سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے کہ یوز آسف یسوع آسف ہی ہے۔ یعنی گم شدہ قوموں کا تلاش کرنے والا۔ غرض ہر طرف سے اسی امر کا ثبوت ملتا ہے کہ یوز آسف حضرت مسیح ہی ہے۔ گوتم بدھ نہیں۔“

پھر مولوی صاحب موصوف پادری داسٹ برکٹ کے جواہرین جو ریو جلد ۳ نمبر ۵ میں چھپا ہے۔ یہ لکھتے ہیں۔

جن لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ یوز آسف اصل میں بدھ ہی کا نام ہے اور یہ لفظ بودی ستوا سے بگڑ کر بنا ہے۔ انکو یوز آسف کی نسبت اتنا ہی علم تھا۔ جتنا کہ انکو سینٹ جوزا کے قصہ سے معلوم ہوا۔ اس سے بڑھ کر کوئی علم نہ تھا اور جب انھوں نے دیکھا۔ کہ اس کے قصے کے بعض واقعات بدھ کے قصہ سے کچھ مشابہت رکھتے ہیں۔ تو ان کو خیال پیدا ہوا کہ یوز آسف اور بدھ ایک ہی آدمی کے دو نام ہیں۔ انھوں نے اس امر کی کچھ پرواہ نہ کی کہ یوز آسف اور گوتم بدھ ان دونوں کے ناموں میں کچھ بھی مشابہت نہیں اور خیال کر لیا کہ یوز آسف بودی ستوا کا بگڑا ہوا ہوگا۔ اگر انکو معلوم ہوتا۔ کہ یوز آسف ایک الگ شخص کا نام ہے جو اپنا مستقل وجود رکھتا ہے۔ تو وہ یہ کبھی خیال نہ کرتے۔ کہ یوز آسف بدھ کا ہی دوسرا نام ہے اب ایسے نئے امور پیدا ہو گئے ہیں جن سے ثابت ہو گیا ہے۔ کہ

یوز آسف خود ایک الگ آدمی دنیا میں گزرا ہے۔ اب ہمارا انحصار صرف سینٹ جوزا فٹ کے
 قصوں پر نہیں بلکہ الگ اور نئی راہوں سے ثابت ہو گیا کہ درحقیقت کشمیر میں ایک شخص مغرب
 کی طرف سے آیا تھا۔ جس نے اپنا نام یوز آسف ظاہر کیا اور جو انبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک بنی
 تھا۔ حضرت مرزا صاحب (یعنی مہدی مسعود و مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو سینٹ جوزا فٹ کے
 قصے کی کچھ بھی خبر نہیں تھی۔ کہ انکو خبر ملی کہ سری نگر کے محلہ خان یار میں ایک بنی یوز آسف
 کی قبر ہے۔ بنی کے لفظ نے انکی توجہ کو اس قبر کی طرف کھینچا۔ کیونکہ یہ لفظ صاف بتلا رہا تھا
 کہ یہ کوئی اسرائیلی بنی ہے۔ مزید تحقیقات پر معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ بنی ملک شام کی طرف سے
 اس ملک میں آیا اور اس کو آئے قریباً انیس سو برس ہو گئے ہیں۔ پھر معلوم ہوا کہ یہ افغان اور
 کشمیری بنی اسرائیل ہیں۔ دوسری طرف جب نظر اٹھا کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ انیس سو برس ہوئے
 کہ ملک شام میں حضرت مسیح کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جسکی وجہ سے ان کو ملک شام سے ہجرت
 کرنی پڑی۔ ان سب امور کو جب یکجا ٹی نظر سے دیکھا۔ تو فوراً ہماری طبیعت میں اس طرف جھک
 گئیں کہ یہ شہزادہ بنی جن کا محلہ خان یار میں مزار ہے۔ وہی حضرت مسیح ہیں۔ جو ملک شام سے
 ہجرت کر کے آئے تھے۔ اور حضرت داؤد کی نسل سے ہونے کی وجہ سے اپنے تئیں شہزادہ
 کہا کرتے تھے۔ غرض میری اس بیان سے یہ ہے۔ کہ ہمیں یوز آسف کا پتہ سینٹ جوزا فٹ
 کے قصے سے نہیں ملا۔ بلکہ ایک الگ راہ سے ہم نے ان کا کھوج نکالا ہے۔ جس سے ثابت
 ہوتا ہے کہ یوز آسف اور بدھ دو الگ الگ آدمیوں کے نام ہیں۔ ایک ہی آدمی کے دو نام
 نہیں ہیں جس طریق سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ یوز آسف لفظ برومی ستواسے بگڑ گیا ہے۔
 اس کی نسبت بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس امر سے بعض لوگوں نے بہت تعجب ظاہر کیا ہے۔
 کہ قصہ تو ہند کا ہے اور اسمیں نام اسرائیلی ہیں۔ اس لئے بعض نے اس امر کے ثابت کرنے کی
 کوشش ہے۔ کہ یہ نام اصل میں ہندی ناموں سے بگڑ کر بنے ہوئے ہیں اس امر کے لئے
 ان کو عربی اور فارسی حروف کی شکون نے بہت مدد دی ہے۔ عربی ابجد کے اکثر حروف
 ایک دوسرے سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ صرف لفظوں کے ذریعہ سے ایسے حروف میں
 تمیز کی جاتی ہے۔ میں مثال کے طور پر لفظ یوز آسف کا ہی پہلا حرف لیتا ہوں۔ اگر اس کے

لفظون کو نظر انداز کیا جائے۔ تو ہم اس حرف کو عربی میں بارتا ثناء لام نون یا درجہ مختلف طریق سے پڑھ سکتے ہیں اور فارسی میں آٹھ طریق پر یعنی علاوہ مندرجہ بالا حروف کے پ یا ت بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یہی حال قریباً کل حروف کا ہے۔ ان میں بھی صرف لفظوں کے ذریعہ سے تیز کی جاتی ہے۔ ان حروف کی مشابہت نے ان لوگوں کو بہت مدد دی ہے۔ جنہوں نے قصۂ یوز آسف کے عبرانی ناموں کو ہندی بنا کر دیکھا نا چاہا ہے۔ اسی طریق سے انہوں نے یوز آسف کو بودی ستوا بنا کر دیکھا یا ہے۔ حروف علت کو چھوڑ کر ان دو لفظوں میں صرف ایک ہی حرف مشترک ہے۔ یعنی تس۔ اور یہ دونوں لفظ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مگر ایک نرالے رنگ کے ان دونوں لفظوں کو ایک ثابت کیا ہے۔ اول تو یار کے ایک نقطہ کو اڑایا۔ پھر ذال کا نقطہ اڑا کر اس کو دال بنالیا۔ اور آخری فار کی جگہ واؤ رکھ دیا۔ پھر پادری وایٹ برکٹ صاحب نے ایک اور کمال کیا ہے۔ انہوں نے آخری حرف سے پہلے ایک تاء اپنی حیب خاص سے نکال کر رکھ دی ہے۔ اور ایسے ہی کچھ اور تغیر کر کے یوز آسف کو بودی ستوا بنالیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جب حروف کی تیز کا مداری لفظ پیر ہے۔ تو کیا ہم اپنی مرضی سے لفظوں کو اڑا سکتے ہیں۔ اگر پادری صاحب سمجھتے ہیں کہ کاتبوں نے غلطی سے نقطہ بڑھا دئے ہیں۔ تو ان کو صحیح نسخہ بھی کوئی پیش کرنا چاہیے تھا جس میں صحیح نام لکھا ہوا موجود ہو۔ اگر کاتبوں کی طرف سے کوئی غلطی ہوتی تو وہ نقطہ نہ دینے میں ہونی چاہیے تھی نہ کہ زائد نقطہ ڈالنے میں۔ کیونکہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ کاتب اپنی طرف سے لفظ یا حرف یا نقطہ بڑھا دیوے۔ اگر وہ غلطی کرتا ہے۔ تو وہ عموماً یہ ہوتی ہے کہ وہ کوئی لفظ یا حرف یا نقطہ چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اگر کاتب نے غلطی کی تھی تو ایک حرف میں کرنا۔ یہ کس طرح ہو گیا۔ کہ یہ یوز آسف میں تین حرف نقطہ دار ہیں۔ اور تینوں پر ہی نقطہ ڈالنے میں اُس نے غلطی کی۔ پھر اگر دفعہ غلطی کر چکا تھا۔ تو ساری کتاب میں وہ کس طرح غلطی کرتا گیا۔ اور اپنی غلطی پر متنبہ نہ ہوا۔ ہاں ایک صورت ہے جس سے یہ ماننے میں آسکتا ہے کہ صحیح نام بودی ستوا ہی ہو اور غلطی سے یوز آسف لکھا گیا ہو اور وہ یہ ہے کہ یہ یوز آسف کے قصے جو عربی وغیرہ زبانوں میں موجود ہیں۔ یہ سب

تراجم میں۔ پادری صاحب کے نزدیک اصل قصہ کسی ہند کی زبان سنسکرت یا پالی وغیرہ میں تھا اگر وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ صحیح لفظ بودی ستوا ہے۔ مترجم نے غلطی سے بودی ستوا کی جگہ یوز آسف لکھ دیا۔ تو وہ یہ دکھائیں کہ سنسکرت یا پالی میں بودی ستوا کا لفظ اس طرز سے لکھا جاتا ہے کہ اس کو آدمی بودی ستوا بھی پڑھ سکتا ہے اور یوز آسف بھی پڑھ سکتا ہے۔ تب ہم قبول کر لیں گے کہ مترجم نے لفظ بودی ستوا کے پڑھنے میں غلطی کی ہوگی اور اس جگہ یوز آسف لکھ دیا ہوگا۔ پادری صاحب کو معلوم ہو گا کہ انگریزی میں تو عین کے مقابل کوئی حرف ہی نہیں۔ اگر یسوع کو انگریزی حروف میں لکھنا ہو تو یسوی کہیں گے یسوع نہیں لکھ سکتے۔ پادری صاحب بھی اپنی انگریزی چٹھی میں یسوی لکھتے ہیں۔ پادری صاحب یسوع کے یوز بن جانے پر تعجب کرتے ہیں۔ بلکہ کے مشہور شاعر فیضی کا مصرعہ پڑھیں۔

اے نام تو یوز و و کر ستو۔ اس نے تو یوز بھی نہ رہنے دیا۔ یوز و بنا دیا پھر میں لفظ یوز آسف اور بودی ستوا کی طرف عموماً کر کے لکھتا ہوں کہ صحیح نام یوز آسف ہی ہے۔ اہل کشمیر نے بھی ہم کو یوز آسف ہی نام بتایا۔ عربی ترجموں اور دوسرے نسخوں میں بھی ہم نے یوز آسف ہی لکھا ہوا پایا۔ جدید سے یہ نام نکلتا ہے۔ یوز آسف ہی شکل میں نکلتا ہے۔ پھر ہم کس طرح پادری صاحب کے کہنے سے ان لین۔ کہ یہ لفظ اصل میں بودی ستوا ہے۔ بلکہ عام ناخواندہ لوگ تو یوس آسف ہی بولتے ہیں جس سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ یہ اصل میں یسوع آسف ہی ہے۔

میری رائے میں دلائل مندر بہ بالا اس امر کے ثبوت کے لئے کہ یوز آسف اور گوتم بدھ دو جدا جدا شخص تھے۔ اور یہ کہ یوز آسف نبی گوتم بدھ یا بودہ ست کے کوئی مجدد و نہیں ہو سکتے۔ کافی سے بھی زیادہ میں مگر بین ناظرین کے مزید اطمینان کے لئے گوتم بدھ کے مختصر حالات تاریخ ہند مؤلف ہنر صاحب و تاریخ بنارس وغیرہ سے لیکر درج ذیل کرتا ہوں۔

ساکیو منو گوتم بدھ کے
مختصر تاریخی حالات

بدھ مذہب کی بانی گوتم بدھ تھا۔ اس مذہب کا آغاز ۵۴۵ سال قبل مسیح ہوا۔ گوتم سودھو ان دائمی کپل دست کا جو نیپال میں ہے۔ بیٹا تھا۔ باپ چاہتا تھا کہ لڑکا سپاہی ہو۔ مگر شہزادہ

ان باتوں سے پرہیز کرتا۔ اور باغ کے گوشوں میں اپنا وقت کاٹا کرتا۔ جوانی میں اس نے اپنی دلاوری اور فن سپہ گری ظاہر کر کے اپنے رقیب سرداروں سے بہت گے گیا۔ اور اس طرح پرشہزادی سے بیاہ کیا اور کچھ عرصہ تک دنیا کے عیش و عشرت میں مشغول رہا۔ اور اس برس کے بعد اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ چنانچہ ایک روز لوگوں کو تکلیف اور سنج میں دیکھ کر اس کے دل پر ایسا اثر ہوا۔ کہ اس نے تیس برس کی عمر میں دنیا کی محبت سے منہ موڑا۔ اور عزیز بیوی اور بچے چھوڑ کر رات کو چل دیا اور فقیری لباس پہن کر جنگل میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ گوتم نے دو صحرائین برہمنوں سے پٹنہ کے ضلع میں تعلیم پائی اور چھ برس تک گیا کے جنگلوں میں پانچ چالیوں کے ریاضت کی۔ مگر اس کو یہ خیال ہوا کہ ریاضت اور تپش سے بچائ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بزرگانِ خدا کو افضل زندگی کی ہدایت کرنے سے ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس نے تپشیا کرنا چھوڑ دیا اور بعد ازاں بدھ یعنی عارف کے نام سے مشہور ہوا۔

چھتیس برس کی عمر سے اسی برس کی عمر تک اس نے بنارس کے قریب لوگوں کو تعلیم دی اور لوگوں نے اس کا مت قبول کیا۔ اور تین مہینہ کے عرصہ میں ساٹھ آدمی معتقد ہوئے اور ان لوگوں کو اس نے ہر طرف بھیجا کہ اس تعلیم کی مناوی کریں۔ اس نے بہار، ممالک مغربی و شمالی اور اودھ میں مساوی کی۔ اس کا بیٹا اور بیوی اور پانچون چیلے بھی معتقد ہوئے تیس برس کی عمر میں بدھ تارک الدنیا ہوا۔ اور چھ سال کی تیاری کے بعد چھتیس برس کی عمر سے تعلیم کرنا شروع کیا اور ہم سال تک وعظ کرتا رہا۔ پانسونتالیس برس پہلے سن عیسوی کے اسی برس کی عمر میں انجیر کے درخت کے تلے وفات پائی۔ انتہی لمبھا (تاریخ مولفہ منہٹر)

اور تاریخ بنارس مولفہ سید محمد رفیع عالی مطبوعہ تحفہ ہند پریس ایٹہ صفحہ ۹-۱۰ میں لکھا ہے کہ ساٹھ پانسو برس قبل حضرت عیسیٰ کے ساکیو منو موجد مذہب بدھ نے اس شہر کو اپنا صدر مقام قرار دیا تھا۔ مقام سارناٹھ مہادیو کے پاس جو بنارس کی پرانی آبادی کے قریب شہر سے ڈیڑھ کوس ہے اس وقت کے تین نشان اب تک پائے جاتے ہیں اس کو یہاں کے لوگ سارناٹھ کی دھمیکہ کہتے ہیں اور یہ ایک ٹھوس بڑا گنبد اونڈی ٹانڈی کی صورت کا ہے لیکن بہت ہی پرانا ہے۔ جتنے کہ اس کے پتھر پلٹے اور گرتے جاتے ہیں۔ دراصل وہ

بدھ مذہب والوں کے بزرگوں میں سے کسی کی قبر اور پرستش اور زیارت کی چیز ہے۔ پانسو
تینتالیس برس قبل حضرت عیسیٰ کے ساکیا منو یعنی بدھ کے مرنے پر ایک راجہ نے جو بدھ
مذہب رکھتا تھا۔ یہی چاہا کہ اس کی نقش کو اپنے علاقہ میں لے جاوے۔ اور اسے جوہ سے وہ
باہم لڑنے پر مستعد ہو گئے۔ تب اس کے چیلون نے اس کی نقش کو جلا کر تھوڑی تھوڑی
ٹہری اور خاکستر اس کی سب راجاؤں کو تقسیم کر کے لڑائی ملتوی کر دی۔ چنانچہ ان راجاؤں
نے ٹہری اور راکھ اپنے اپنے علاقہ میں لے جا کر زمین میں دفن کر کے اس پر گنبد بناوئے
اور ان کی پرستش کرنے لگے مقامات بھلسا اور مانکیا لائیں بھی یہ گنبد موجود ہیں۔ سنگھل
برہما چرین۔ بت و غیرہ ممالک میں بدھ مذہب کے لوگ اب تک ان گنبدوں کی نقلیں پتھری
دہت کی بنا کر چتا کے متعلق ہونے سے چیت کہہ کر پڑھتے ہیں ان کے زمانہ کے کھنڈر اور
مندروں میں کل مقامات پر یہ چیت ملتے ہیں۔ اکثر مؤرخین کا خیال ہے۔ کہ دھمیکہ کی اصل دھرم
مرگ یعنی ثواب کا ہرن ہے۔ کیونکہ بدھ مذہب کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ کاشی میں ہرنوں
کو دھرم کے لئے دانہ دیا جاتا تھا۔ غالباً اسی دھمیکہ کے پاس ان ہرنوں کا رہنا تھا۔ اب یہ
دھمیکہ بالکل شکست ہو گئے ہیں کچھ گر گئے ہیں اور کچھ گرتے جاتے ہیں۔ تاہم نوے فیٹ
بلند اور مین سو فیٹ کے رقبہ میں ہیں۔ جس پر پرنسپ صاحب نے اس کے حالات دریافت کرنے
کے لئے ایک طرف کھدوایا تھا۔ اوس کے اندر سے ایک ڈبے میں تھوڑی سی ٹہری اور
راکھ اور اس وقت کے مروجہ سکے اور تانبے کے پتر پر اسی زمانہ کے حروف میں بدھ مذہب کا
ایک اشلوک کھدوا ہوا برآمد ہوا تھا۔

یوز آسف نبی یعنی عیسیٰ علیہ السلام
کی قبر کشمیر میں ملو
اب ان حالات تاریخی کے پڑھ لینے کے بعد کوئی شخص
بھول کر بھی یہ گمان نہیں کر سکتا کہ یوز آسف اور گوتم بدھ
ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ نہ یہ گمان کر سکتا ہے
کہ یوز آسف نبی کی قبر واقع خان یار سری نگر۔ گوتم بدھ کی قبر ہو سکتی ہو۔

مولوی عزیز مرزا صاحب یہ بات تسلیم کرنے میں کہ ملک کشمیر میں یوز آسف نبی کا مزار
ہے اب اسی یوز آسف نبی کی نسبت کشمیر کی تاریخ مسیحی بتاریخ اعظمی صفحہ نمبر ۸۲ میں جو عبارت

درج ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

میر سید نصیر الدین کی قبر کے ساتھ ایک نبی کی قبر مشہور ہے۔ وہ ایک شہزادہ تھا۔ جو غیر ملک سے کشمیر میں آیا۔ وہ زہد و تقویٰ اور عبادت میں کمال تھا۔ خدا کی طرف سے نبی بنایا گیا۔ اور اہل کشمیر کی دعوت میں مشغول ہوا۔ اُس کا نام یوز آسف تھا۔ بہت سے اہل کشف اور خصوصاً میرے مرشد نے شہادت دی ہے کہ اس قبر سے برکات نبوت ظاہر ہوتے ہیں۔

اور کتاب اکمال الدین مصنف ابن بابویہ القمی کے صفحہ ۳۵۹ میں اسی یوز آسف نبی کی نسبت یہ عبارت درج ہے۔ "وسار فی بلاد و مدائن کثیرۃ حتی اتی ارضاً تسمى کشمیر فسار فیہا و احیا و منہا و کث حتی اتاہ الاجل الی خلع البحر و ارتفع الی النور و قبل موته دعا تلمیذاً لہ اسمہ یا بذر الذی کان رجلاً کاملانی الامور کلہا فادعی الیہ فقال لہ قد ونا ارتفاعی عن الدنیا فاحفظوا بفرائضکم ولا تنزلوا عن الحق وخذوا بالنساک ثم امر یا بذر ان یمین لہ مکاناً و بسط مورجلہ و صعدیا و راسہ الی الغرب و وجہ الی الشرق ثم قنعہ بنجم۔ ترجمہ۔ وہ (یوز آسف) بہت سے ملکوں اور شہروں میں پھرتے ہوئے اس ملک میں آئے۔ جس کا نام کشمیر ہے اس میں پھرتے رہے وہاں زندگی بسر کرتے رہے اور وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ موت کا وقت آگیا۔ اور انہوں نے خاکی جسم کو چھوڑا اور نور کی طرف ان کا رفع ہوا اور اپنے مرنے سے پہلے انہوں نے اپنے ایک شاگرد یا بذر نامی کو بلایا۔ جو آپ کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ اور کل امور میں کامل تھا پس انہوں نے اس کو وصیت کی کہ میرا اس دنیا سے اٹھنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ سو تم نے اپنے فرائض اہتمام سے ادا کیا کرنا اور حق سے نہ مڑنا اور عبادات کا پابند رہنا۔ پھر یا بذر کو حکم کیا کہ میرے لئے ایک مکان یعنی مقبرہ بنا۔ اور اپنے پاؤں کو پھیلا یا۔ سر مغرب کی طرف کیا اور منہ مشرق کی طرف اور اپنی جان و پدی۔

یہی مصنف ایک عجیب واقعہ بیان کرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شہزادہ نبی جو غیر ملک سے آیا اور کشمیر میں آکر وفات پائی وہ حضرت مسیح علیہ السلام ہی تھے۔ اور کوئی نہیں تھا

کتاب اکمال الدین کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

حتی بلغ فضاء واسعاً فرغ راسہ فرای شجرہ عظیمۃ علی عین ما احسن ما یكون من الشجرہ اکثرہ
فرعاً وغصناً واحلاً ثم اوقد اجتمع الیہ من الطیر ما لا یعد کثیرہ فسر بذلک المنظر وفرح بہ وتقدم الیہ
حتی دنی منہ وجعل تعبیرہ ویفسرہ الشجرہ بالبشریۃ الیٰ وحی الیہا وعین الماء بالحکمۃ والعلم والطیر
بالناس الذین یجتعون الیہ لیقبلون منہ الدین۔ ترجمہ۔ یہاں تک کہ وہ (حضرت یوز آسف)
ایک وسیع میدان میں چوسپے۔ اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا درخت ایک چشمہ کے
کنارے پر کھڑا ہے۔ نہایت ہی خوبصورت بہت شاخوں اور ٹہنیوں والا نہایت میٹھے پھل
والا اور اس پر بے شمار پرندے جمع ہیں پس وہ اس نظارہ سے نہایت سرور اور خوش ہوئے
اور اس درخت کی طرف بڑھے یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچے اور درخت کی تعبیر اور تفسیر کرنے
لگے۔ درخت کو انہوں نے اوس بشری سے شاہیت دی جس کی طرف وہ لوگوں کو بلایا کرتے
تھے اور چشمہ آب کو علم اور حکمت سے شاہیت دی اور پرندوں کو ان لوگوں سے جو آپ کے پاس جمع
ہوتے اور آپ کا دین قبول کرتے۔

مذکورہ بالا بیان میں لفظ بشری قابل توجہ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یوز آسف
حضرت مسیح ہی تھے۔ عبرانی میں انجیل کو بشوری کہتے ہیں اور انگریزی میں گایپل اور تینٹون لفظ
کے معنی ایک ہی ہیں یعنی خوشخبری۔ اصل عبرانی نام بشوری ہے اور چونکہ عبرانی عربی سے پیدا
ہوئی ہے اس لئے بشوری وہی لفظ ہے جسکو عربی میں بشری کہتے ہیں پس معلوم ہوا کہ
حضرت یوز آسف علیہ السلام انجیل کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے اور جو کتاب انہیں آماری گئی
تھی اس کا نام بشوری تھا۔ جو انجیل کا عبرانی نام ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضرت یوز آسف
حضرت مسیح علیہ السلام ہی کا دوسرا نام ہے اور دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں۔ جبکہ بشری
یعنی انجیل آماری گئی تھی۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ یوز آسف علیہ السلام کوئی حواریوں میں سے تھو
اور مسیح علیہ السلام کے شاگردوں میں ہوں گے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے شاگردوں
میں سے کسی کا لقب شاہزادہ نہیں تھا۔

کتاب اکمال الدین کے صفحہ ۳۵۹ سے جو عبارت اوپر نقل کی گئی ہے۔ اس میں

حضرت یوز آسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول کہ قدونا ارتفاعی عن الدنيا یعنی دنیا سے میرے
مرفوع ہونے کا وقت اب قریب آگیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ قابل لحاظ ہے۔ کیونکہ جب اس
قول کو اولن احادیث نبویہ کے ساتھ ملا کر پڑھا جاوے۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ایک سو
برس کی عمر میں لکھا ہے اور صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر
ایک سو بیس برس کی ہوئی اور پھر واقعہ صلیب کے زمانہ پر نظر ڈالی جاوے۔ جو حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی ولادت کے تینتویں برس بیان کیا جاتا ہے۔ تو ایک طرف تو یہ عقیدہ کہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب کے وقت زندہ جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر اڑے گئے
نہایت بے ہودہ ثابت ہوتا ہے اور دوسری طرف واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح کی ملک شام
سے ہجرت اور کشمیر میں پہنچ کر اونہی رات روز روشن کی طرح ثابت ہر جاتی ہے۔

الہدال۔ جو ایک عیسائی پرچہ ہے اور بیروت ملک شام سے نکلتا ہے اس کے

پرچہ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء میں ایڈیٹر کشمیر کا ذکر کرتے
ہوئے یوز آسف کی قبر کی نسبت یہ عبارت لکھتا
ہے "وفی حارہ تسمى النمانہ یارنی ہذہ المدینۃ قبر سیدہ
القشامہ قبر النبی یوز آسف یزورہ العوام والنخاص
وفی بعض کتب التاریخ عندھم ان یوز آسف
ہذا کان نبیا من الانبیاء جا من اقصى البلاد
فمات ودفن فی ہذہ المدینۃ۔ یعنی اس شہر سرنگر

کشمیر میں کی شہادت کہ یوز آسف
گذشتہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک
تھے اور قبر واقع خیابان سرنگر انجمن یوز
آسف کی ہے۔

کے محلہ خان یار میں ایک قبر ہے جس کو کشمیر کے لوگ نبی یوز آسف کی قبر کہتے ہیں۔ عوام اور
خواص اس قبر کی زیارت کرنے کے لئے آتے ہیں اور بعض کشمیر کی تاریخی کتابوں میں لکھا ہے
کہ یہ یوز آسف ایک نبی تھا۔ جو دور دراز ملک سے آیا یہاں وفات پائی اور اس شہر میں مدفون ہوا۔

دلائل متذکرہ بالا سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت یوز آسف علیہ السلام سیدنا

سیدنا دیکھو صاحبہ جلالین مد کالین مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی صفحہ ۵۰۔ جس میں لکھا ہے عن ابن عمر ان عیسیٰ عاشر
مائۃ وعشرین سنۃ کذا فی الاصابہ۔ یعنی ابن عمر سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس برس تک زندہ رہے

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر اور گوتم بدھ کے زمانہ کے بعد ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے وطن سے ہجرت کر کے ممالک بعیدہ کی سیر و سیاحت کے بعد کشمیر میں پہنچ کر قیام فرمایا۔ اور وہیں وفات پائی۔ اب مولوی عزیز مرزا صاحب یا کوئی اور بزرگ براہ مہربانی تاریخ سے ثابت کر دکھائیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر اور گوتم بدھ کے زمانہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوائے اور کون بنی ایسے گزرے ہیں جن کو حالات حضرت یزاسف علیہ السلام کے حالات سے ملتے جلتے ہوں نہ ثابت کر سکیں تو اودن کو چاہیئے کہ اس ثابت شدہ صداقت کو بے چون و چرا تسلیم کر لیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب کے وقت زندہ جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور وہ اب تک موجود ہیں اور پھر کسی وقت اسی جسم کے ساتھ نازل ہوں گے۔ تو واضح ہو۔ کہ محققین مذہب اسلام اور مذہب عیسائی اس عقیدہ کو محض لغو سمجھتے ہیں۔

مسلمانوں میں امام بخاری امام ابن حزم اور امام مالک رضی اللہ عنہم اور دوسرے ائمہ کبار بھی مذہب ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں۔ شیخ محی الدین ابن العربی کا بھی یہی مذہب ہے۔ چنانچہ وہ نزول کی حقیقت اپنی تفسیر کے صفحہ ۲۶۲ میں یہ لکھتے ہیں۔

”و جب نزول فی آخر الزمان بتعلقہ بدن آخر۔ یعنی عیسیٰ نازل تو ہوگا۔ مگر ان معنوں سے کہ دوسرے بدن کے ساتھ اس کا تعلق ہوگا۔ یعنی بطور بروز اس کا نزول ہوگا۔ جیسا کہ صوفیاء کرام کا مذہب ہے۔ پھر اسی صنف میں لکھتے ہیں کہ رفع عیسیٰ علیہ السلام بہ اتصال روحہ عند المفارقة عن السفلی بالعالم العلوی۔ یعنی عیسیٰ کے رفع کے یہ معنی ہیں کہ جب عالم سفلی سے اس کی روح جدا ہوئی۔ تو عالم بالا سے اس کا اتصال ہو گیا۔ پھر صفحہ ۸۷ میں لکھتے ہیں کہ رفع کے یہ معنی ہیں کہ عیسیٰ کی روح اس کے قبض کرنے کے بعد رُوحوں کی آسمان میں پہنچائی گئی۔

علامہ ابن القیم اپنی کتاب زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ برس کی عمر میں رفع ہوا کسی ایسے اثر متصل سے ثابت نہیں جس کی طرف جانا واجب ہو علامہ شاہی نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ۳۳ برس کی عمر میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ہونے کی روایت نصاریٰ سے مروی ہے۔ اور احادیث نبویہ میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ایک سو بیس برس کی عمر میں ہوا۔ مستدرک حاکم اور طبرانی کی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ ان عیسیٰ بن مریم عاش غفرلہ و ماتہ سنۃ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس برس زندہ رہے۔ مفصل بحث کے لئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتاب میں ملاحظہ فرمائی جاوے۔ رہے عیسائی ان میں سے چند محققین کے اقوال ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

کتاب نیو لائف آف جیمز میں جلد اول صفحہ ۴۱۰ مصنف ڈی ایف اسٹراس میں جو عبارت

ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

”جہنم کے محقق عیسائی یہ دلائل دیتے ہیں۔ کہ اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر پھین ماری جائیں
 کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے

اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعصاب پر زور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہو کر مر جاتے ہیں یا بھوک سے مر جاتے ہیں۔ پس اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ قریب چھ گھنٹہ صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اتارا گیا۔ تو وہ مرا ہوا تھا۔ تب نہایت اغلب بات یہ ہے۔ کہ وہ صرف ایک موت کی سی بے ہوشی تھی۔ اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت خوشبو والی دوائیاں مل کر اسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا۔ تو اس کی بے ہوشی دور ہوئی۔ اس عیسیٰ کی دلیل میں عموماً یوسف کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جہاں یوسف نے لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ ایک فوجی کام سے واپس آ رہا تھا۔ تو راستہ میں میں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں۔ ان میں سے میں نے پہچان لیا کہ میں میرے واقف تھے۔ پس میں نے ٹیپس (حاکم وقت) سے ان کے اتار لینے کی اجازت حاصل کی اور ان کو فوراً اتار کر ان کی خبر گیری کی۔ تو ایک بالآخر تندرست ہو گیا۔ پر باقی دو مر گئے۔“

اور کتاب ماڈرن ووٹ اینڈ کریچن پبلیشنگ کے صفحہ ۴۵۵-۴۵۷ میں یہ عبارت ہے۔

جس کا ذیل میں ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

شیلر میجر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا۔ بلکہ ظاہر اموت
 کی ہی حالت ہو گئی تھی۔ اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا
 رہا۔ اور پھر دوسری یعنی اصل موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہو گیا۔
 ایسا ہی کتاب سوپر نیچرل ریلیجن کے صفحہ ۸۷ پر لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔
 پہلی تفسیر جو لائق محققین نے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یسوع دراصل صلیب پر نہیں مرا۔ بلکہ
 صلیب زندہ اوتار کر اس کا جسم اس کے دوستوں کے حوالہ کیا گیا اور وہ آخر تک نکلا۔ اس
 عقیدہ کی تائید میں یہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ انجیل کے بیان کے مطابق یسوع صلیب
 تین گھنٹہ یا زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹہ رہ کر فوت ہوا لیکن صلیب پر ایسی جلدی کی موت
 کبھی پہلے واقعہ نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ صرف اس کے ہاتھ و پیر
 لٹکائی گئی تھیں اور پاؤں پر نہیں تھیں۔ چونکہ یہ قاعدہ عام نہ تھا کہ ہر ایک مصلوب کی
 ٹانگ توڑی جاوے اس واسطے کہ مرنے والے کو تسکین دے تو اس کا کچھ ذکر ہی نہیں کیا۔ اور
 چوتھے نے صرف اپنی کسی خاص غرض کی تکمیل کے لئے اس کا ذکر کیا ہے اور جہاں ٹانگ
 توڑنے کا ذکر نہیں ہے۔ تو ساتھ ہی برچھی کا واقعہ ہی کا عدم ہو جاتا ہے۔ پس ظاہر اموت
 جو واقعہ ہوئی۔ وہ ایک سخت بے ہوشی تھی۔ جو کہ چھ گھنٹہ کے جسمانی اور روحانی صدموں
 کے بعد واقع ہوئی اور اس کے علاوہ گذشتہ شب بھی بیداری اور تکلیف بن گذری تھی
 جب اسے کافی صحت پھر حاصل ہو گئی۔ تو اپنے حواریوں کو یقین دلانے کے لئے پھر
 کئی دفعہ ملا۔ لیکن یہودیوں کے طور سے وہ بڑی احتیاط سے نکلتا تھا۔ حواریوں نے
 یہ بھی سمجھا کہ وہ مرکز زندہ ہوا ہے۔ اور چونکہ موت کی سی بے ہوشی تک پہنچ کر وہ پھر
 بحال ہوا۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس نے خود بھی یہی خیال کیا ہو کہ میں مرکز پھر زندہ ہوا
 ہوں۔ اب جب استاد نے دیکھا کہ اس ظاہری موت نے میرے کام کی تکمیل کر دی ہے
 تو پھر وہ ماسطورم تنہائی کی جگہ میں چلا گیا اور مفقود النہر ہو گیا۔

ایسا ہی مشہور و معروف ربین اپنی کتاب بن نکھتا ہے (دلائل آف جیزس میں صفحہ ۱۲۶)
 یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کی موت کی اصلیت کی نسبت بہت شکوک پیدا ہو گئے تھے۔

جو لوگ صلیب پر موت کو دیکھنے کے عادی تھے۔ وہ کبھی اس بات کو تسلیم کر ہی نہ سکتے تھے کہ چند گھنٹہ صلیب پر رہ کر جیسا کہ یسوع رہا موت واقع ہو سکتی ہے وہ بہت ساری مثالیں مصلوب آدمیوں کی پیش کرتے تھے جن کو وقت پر صلیب اتارا گیا تو آخر کار علاج کرنے سے وہ بالکل شفا یاب ہو گئے۔

کفر و رجس نے شنوڈ کے اس مسئلہ کی نہایت قابلیت کے ساتھ تائید کی ہے لکھتا ہے کہ یہود کے حکام کے درمیان یسوع کے سر پر تھے جو کہ اسکو اگرچہ عوام کی مخالفت سے بچا دیتے تھے۔ تاہم ان کو اُمید تھی کہ ہم مرنے سے اس کو بچالیں گے۔ یوسف ایک دولت مند آدمی تھا۔ اور اس کو مسیح کے بچانے کے لئے وسائل مل گئے۔ نئی قبر بھی عین مقام صلیب کے قریب ہی اس نے تیار کرالی اور جسم بھی پیلاطوس سے مانگ لیا اور نقود یسوع کو دین کی توجہ مٹانے کے لئے بہت سارے مصلح خرید لایا اور یسوع کو جلدی سے قبر میں رکھا گیا اور ان لوگوں کی سعی سے وہ بچ گیا۔ کفر و رجس نے یوحنا ۱۱ کی عجیب تفسیر کی ہے اور اس فقرے سے کہ بن ابھی اپنے پاس نہیں گیا۔ صرف مرنا مراد لیا ہے کیونکہ آسمان پر جانے سے مراد دراصل مرنا ہوتا ہے اور اس کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ب چھوڑو۔ کیونکہ میں ابھی تک گوشت اور خون ہوں۔ میں ابھی مر نہیں ہوں اس واقعہ کے بعد یسوع پوشیدہ طور پر چند دفعہ اپنے حواریوں سے ملا اور جب اُسے یقین ہو گیا کہ ظاہری موت کے اس کے کام کی صداقت پر آخری مہر لگا دی ہے۔ تو وہ پھر کسی تنہائی کی جگہ پر چلا گیا۔

اب مسلمان اور عیسائی محققین کے خیالات معلوم کر لینے کے بعد ذیل کی چند شہادتوں پر ایک غائر نظر ڈال جائے۔

مریم حواریین یا مریم عیسیٰ | مریم حواریین جن کا دوسرا نام مریم عیسیٰ بھی ہے۔ یہ مریم نہایت مبارک مریم ہے جو زخموں اور جراحتوں اور نیز زخموں کے

نشان معدوم کرنے کے لئے نہایت نافع ہے۔ طبیوں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ یہ مریم حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تیار کی تھی۔ یعنی جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود علیہم اللعنت کے پنجہ میں گرفتار ہو گئے۔ اور یہودیوں نے چاہا کہ

حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچ کر قتل کر دین۔ تو اودھنوں نے گرفتار کر کے صلیب پر کھینچنے کی کارروائی شروع کی۔ مگر خدا تعالیٰ نے یہود کے بد ارادہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچالیا۔ کچھ غصہ کے زخم بدن پر لگ گئے۔ سو وہ اس عجیب و غریب مہم کے چند روز استعلا کرنے سے بالکل دور ہو گئے۔ یہاں تک کہ نشان بھی جو دوبارہ گرفتاری کے کھلی کھلی علامت تھیں۔ بالکل مٹ گئے۔ اودھ کنابین جن میں یہ مہم مذکور ہے۔ درحقیقت خیرات جن جنین سے ڈاکٹر حنین کی بھی ایک کتاب ہے۔ جو ایک پرانا طبیب ہے۔ ایسا ہی اور بہت سے عیسائیوں اور مجوسیوں کی کتابوں میں جو ان پرانی یونانی اور رومی کتابوں سے ترجمہ ہوئی ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد کے قریب ہی تالیف ہوئی تھیں اور یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اسلامی طبیبوں نے یہ نسخہ عیسائی کتابوں سے ہی نقل کیا ہے۔ مگر چون کہ ہر ایک کو وہ سب کتابیں نہیں ہو سکتیں۔ لہذا ہم ایسی کتابوں کا حوالہ ذیل میں لکھتے ہیں جو اس ملک میں یا مصر میں چھپ کر شائع ہو گئی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

بوعلی سینا کا قانون مطبوعہ مصر صفحہ ۴۰۵۔ علامہ شارح قانون قلمی۔ قرشی شراح قانون قلمی شفاء الاسقام جلد دوم قلمی ورق ۶۴ و ۶۵۔ کمال السناعہ مطبوعہ مصر تصنیف علی ابن العباس الجوسی صفحہ ۶۰۲۔ تذکرہ داود النطاکی مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰۲ و ۳۳۳ باب حرث الیم۔

اکبر اعظم جلد رابع صفحہ ۳۰۳۔ میزان الطب۔ صفحہ ۱۵۲۔ قرا بادین قادری۔ باب سیم امراض جلد ۵۰۸۔ ذخیرہ خوارزم شاہ۔ ریاض الفائد۔ شہناج البیان۔ قرا بادین کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۵، ۵۶۔ قرا بادین بقائی ۲ صفحہ ۴۹۔ لوامع شیریہ تصنیف سید حسین شہید کاظمی۔ قرا بادین خنین بن ائق عیسائی۔ قرا بادین رومی۔ اور اگر بڑی بڑی کتابیں کسی کو میسر نہ آویں۔ تو قرا بادین قادری تو ہر جگہ اور ہر شہر میں ملکتی ہے اور اکثر دیہات کے نیم حکیم بھی اس کو اپنے پاس رکھا کرتے ہیں۔ سو اگر ذرا تکلیف اٹھا کر اس کے صفحہ ۵۰۸ باب تسلیم امراض جلد میں نظر ڈالیں۔ تو یہ عبارت اس میں لکھی ہوئی پائیں گے۔

”مریم ہر اربعین کہ مستی است بر ہم یلغوا و مریم رسل و آنرا مریم عیسیٰ نیز نامند و اجزائے ابن نسخہ و ازہ حدواست کہ جو اربعین حضرت عیسیٰ علیہ السلام ترکیب کردہ ہر تحلیل اور ام

و خنازیر و طوامین و تنقیہ جراحات از گوشت فاسد و اوساخ و حجت رویانیدن گوشت گزافہ
 سوومند" اور اس جگہ نسخہ کے اجزاء لکھنے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ ہر ایک شخص اس کو
 قرا بادین وغیرہ کتابوں میں دیکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ شبہ پیش ہو کہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ کی
 نبوت سے پہلے کہین سے چوٹیں لگی ہوں یا اگر گئے ہوں یا کسی نے مارا ہو اور حواریوں نے
 ان کے زخموں کے اور ام اور فروح کی تخلیف کے لئے یہ نسخہ طیار کیا ہو تو اس کا جواب یہ ہے
 کہ نبوت سے پہلے حواریوں سے انکا کچھ تعلق نہ تھا۔ بلکہ حواریوں کا لقب اسی وقت ملا کہ
 جب وہ لوگ حضرت عیسیٰ کی نبوت کے بعد اپنا ایمان لائے اور ان کا ساتھ اختیار کیا اور پہلے
 تو ان کا نام مجھے یا ماہی گیر تلو اس سے صاف تراور کیا قرینہ ہو گا کہ یہ مرہم اس نام کی
 طرف منسوب ہے۔ جو حواریوں کو حضرت مسیح کی نبوت کے بعد ملا۔ اور پھر ایک اور قرینہ یہ ہے
 کہ اس مرہم کو مرہم رسل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ حواری حضرت عیسیٰ کے رسول تھے اور اگر یہ
 گمان ہو کہ ممکن ہے کہ یہ چوٹیں حضرت مسیح کو نبوت کے بعد کسی اور حادثہ سے لگ گئی ہوں اور
 صلیب پر مر گئے ہوں۔ پس انکے نصاریٰ کا زعم ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو ثابت ہو
 چکا ہے کہ یہ چوٹیں نبوت کے بعد لگی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس ملک میں نبوت کا زمانہ صرف
 تین برس بلکہ اس سے بھی کم ہے۔ پس اگر اس مختصر زمانہ میں پھر صلیب کی چوٹوں کے کسی
 اور حادثہ سے بھی یسوع کو چوٹیں لگی تھیں۔ اور ان چوٹوں کے لئے یہ مرہم طیار ہوئی تھی
 تو اس دعوے کا بار ثبوت عیسائیوں کی گردن پر ہے۔ جو حضرت عیسیٰ کو جسم بیت آسمان پر
 چڑھا رہے ہیں۔ یہ مرہم عواریتین متواترات میں سے ہو اور متواترات معلوم مسیح پر ہر یہ کی
 طرح ہوتے ہیں جن سے انکار کرنا حماقت ہے۔

افغانوں اور کشمیریوں کی اصل | (۲) افغانوں اور کشمیریوں کی اصل - ترجمہ از رسول
 حلی گزٹ لاہور - مشہور اور سربراہ آردہ محققین کی

تحقیقات میں اس نتیجہ پر پہنچی ہیں کہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل ہیں۔ یہ ایک مشہور تاریخی
 واقعہ ہے کہ بنی اسرائیل کی بارہ قوموں میں سے دس قریب گرفتار ہو کر ملک فارس میں آباد کی
 گئیں۔ موجودہ یہودی جو دنیا کے ایک بڑے حصہ پر فتر ہوئے ہوئے ہیں یہ بنی اسرائیل

کی ان دو قوموں کی اولاد میں۔ جو کہ جلا وطنی سے بچ گئی تھیں۔ یہ امر بہت زیر بحث چلا آیا ہے کہ باقی دس قومیں کدھر گئیں۔ اور اب مسئلہ قطعی طور پر حل ہو گیا ہے۔ کہ اہل افغانستان و کشمیر انہیں دس قوموں کی اولاد میں۔ جو جلا وطن کی گئی تھیں۔ افغانوں اور کشمیریوں کے بنی اسرائیل ہونے کی بہت سی شہادتیں موجود ہیں اور بعض ان میں سے ایسی قطعی ہیں کہ ان میں سے ایک ایک بھی بجائے خود ان قوموں کے بنی اسرائیل ہونے کا کافی ثبوت ہے یہ شہادتیں مختصر احب ذیل ہیں۔

(۱) قومی روایت کی شہادت

افغان بالاتفاق گواہی دیتے ہیں کہ ہم بنی اسرائیل ہیں ان کے مشہور خاندانوں کے پاس شجرے اور نسب نامے میں جن سے ان کا بنی اسرائیل ہونا ثابت ہے۔ ایک قوم کی متفق علیہ شہادت ایک ایسا زبردست ثبوت ہے۔ جس کو ہم لا پرواہی سے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ان کا دعویٰ ضرور سچائی پر مبنی ہے۔ صرف موجودہ نسل ہی بنی اسرائیل ہونے کا دعویٰ نہیں کرتی۔ بلکہ نسل بعد نسل افغان ہی دعویٰ پیش کرتے رہے ہیں ان کے نسب نامے ان کے دعویٰ کی تائید کرتے ہیں پس ان کا یہ دعویٰ بے بنیاد نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ بنی اسرائیل نہیں ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ یہ قوم قدیم سے بالاتفاق بنی اسرائیل ہونے کا دعویٰ کرتی چلی آئی ہے۔ پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی اور ایسی قوم موجود نہیں ہے۔ جو کہ گم شدہ اسرائیل قبیلوں کی اولاد کا دعویٰ کرتی ہو۔ تو یہ امر افغانوں کے دعویٰ کو اور بھی تقویت پہنچاتا ہے۔ اگر ہم افغانوں کے دعویٰ کو کھنڈیں۔ تو ہمیں اور قوم تیلانی چاہیے۔ جو کہ گم شدہ اسرائیلیوں کی نسل میں ہونے کا دعویٰ کرتی ہو۔ اسرائیلی قومیں فارس میں قید ہو کر آئیں تھیں۔ اور افغانستان فارس کی سرحد پر واقع ہے۔ یہ بہت قرین قیاس ہے کہ وہ مشرق کی طرف بڑھی ہوں اور افغانستان اور کشمیر میں آباد ہو گئی ہوں۔ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان فارس ان سے بہت بدسلوکی کرتے تھے ضرور وہ ان کے ظلم سے بچنے کے لئے مشرقی بلاد میں آکر آباد ہو گئے۔ ان کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ پس ان کے واسطے ضرور

تھا کہ وہ اپنے رہنے کے لئے اور گھر تلاش کریں۔

(۲) ظاہری خط و خال کی شہادت

ایک طرف تو افغان اپنی زبان سے بنی اسرائیل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کے خط و خال زبان حال بیان کر رہے ہیں کہ ہم بنی اسرائیل ہیں اور کشمیریوں کے خط و خال افغانوں کی نسبت اور بھی زیادہ یہودیوں سے ملتے جلتے ہیں ان کے پڑوس میں چینی اور ہندو ہیں۔ مگر ان کے خط و خال افغانوں اور یہودیوں سے نہیں ملتی ایک یہودی ایک پٹھان اور کشمیری کو ایک صف میں باہم کھڑا کرو۔ تو تم ضرور بول اٹھو گے کہ یہ اپنی ظاہری شکل و شہادت میں بالکل باہم مشابہ ہیں۔

(۳) لباس کی شہادت

افغانوں اور کشمیریوں کا لباس بھی اس نتیجہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے کہ یہ قومیں بنی اسرائیل ہیں۔ یہ برخلاف ہندوؤں اور چینیوں کے لمبے اور کھلے چغے پہنتے ہیں۔ جس کا رواج بنی اسرائیل میں تھا۔ جیسا کہ اناجیل سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) رسم و رواج کی شہادت

ان کی بہت سی رسومات یہودیوں کی رسومات سے مشابہ ہیں مثلاً افغان سنگنی اور شادی میں کوئی فرق نہیں کرتے اور شادی سے پہلے اکثر لڑکے اور لڑکیاں بے تکلفی رہتی ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شادی سے پہلے عورتیں حاملہ بھی ہو جاتی ہیں۔

(۵) اخلاق و اطوار کی شہادت

یہودیوں کی طرح افغان بھی زور و زنج۔ خود غرض۔ سرکش۔ کند ذہن۔ جاہل۔ تند مزاج۔ غوغا اور بے سخت دل۔ بے رحم وغیرہ ہوتے ہیں۔

(۶) اسماء کی شہادت

افغان صرف بنی اسرائیل ہونے کا ہی دعوے نہیں کرتے بلکہ ان کے قبائل ان کے
بہاؤن اور ان کے دریاؤن کے نام بھی بزرگان بنی اسرائیل کے نام پر رکھے گئے ہیں
مثلاً موسیٰ خیل۔ تخت سلیمان۔ کوہ مری۔ کوہ سلیمان۔ زئی۔ داؤد زئی۔ یوسف زئی۔
درہ خیبر وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں اب تک افغانوں اور کشمیریوں میں بنی اسرائیل ناموں کا
بہت رواج پایا جاتا ہے۔

۱۔ شہروں کے ناموں کی شہادت

افغانستان اور کشمیر میں بہت سے ایسے شہر ہیں جن کے نام شام کے قدیمی شہروں کے
ناموں پر رکھے گئے ہیں جب ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک میں جا کر آباد ہوتے
ہیں تو وہ اپنے نئے قرار گاہ میں ایک مصنوعی وطن بنا لیتے ہیں اپنے وطن کے خیال کو
اپنے دماغ میں تازہ رکھنے کے واسطے وہ اپنے نئے شہروں اور دیہات کے نام اپنے
اوطان مآلوفہ کے ناموں پر رکھتے ہیں جن میں کہ وہ پہلے آباد تھے اور جن کی یاد کو وہ
اپنے صفحہ دل سے محو کرنا نہیں چاہتے۔ ان کے نئے ملک کے مقامات کے نام بتلاتے
ہیں کہ وہ کس ملک سے نکلے آئے۔ اس کی ایک عمدہ مثال امریکہ کی آبادیوں میں ملتی
ہے جہاں اہل فرنگستان جا کر آباد ہوئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے عزیز شہروں کے نام بھی
اپنے ساتھ لے گئے اور اپنے نئے گھروں کے نام وہی رکھے۔ جو ان کے قدیمی
گھروں کے نام تھے۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حب الوطنی ایک ایسی چیز
ہے کہ جہاں کہیں آدمی جاوے اپنے ملک کے نام بھی وہیں ساتھ لے جاتا ہے معلوم
ہوتا ہے کہ ان دس بنی اسرائیلی قوموں نے بھی اسی حب الوطنی کا ثبوت دیا جو افغانستان
اور کشمیر میں بہت سے شہر اور اضلاع ایسے ہیں جن کے نام ملک شام کے قدیمی شہروں
سے ملتے ہیں۔ میں نیچے ایسے ناموں کی ایک فہرست دیتا ہوں اور امید ہے کہ اگر اس امر

کی طرف زیادہ توجہ کی جاوے تو اور بھی ایسے بہت سے نام نکل آئیں گے۔

افغانستان کشمیر وغیرہ کی جگہوں کو نام	کہان واقع ہیں		قدیمی شام میں اس کے ہم نام مقام	قدیمی شام کے نقشہ میں کہان کہان واقع ہیں		بائیں میں کہا ذکر ہے
	عرض البلد	طول البلد		عرض البلد	طول البلد	
	شمال	مشرق		شمال	مشرق	
کابل	۳۴° ۲۹'	۶۹° ۵۰'	کابل	۳۲° ۵۱'	۳۵° ۱۲'	سلاطین اول باب ۱۳ میں
پونچھ	۳۳° ۵۲'	۷۴° ۱۳'	فونیشیار	۳۳° ۳۰'	۳۵° ۲۵'	ذکر ہے۔
نہیرا		سرحد پر	زاید اور اکلید	۳۳° ۳۴'	۳۵° ۲۳'	باب ۱۸ آیت قاضیوں
حس		لداخ کو نزدیک	حس	۳۵° ۱۱'	۳۵° ۱۳'	
			حمت	۳۲° ۴۷'	۳۵° ۳۵'	
			حس	۳۴° ۵۰'	۳۶° ۳۹'	
گلگت	۳۶° ۵۰'	۷۴° ۱۲'	گلگو تہا	۳۱° ۴۷'	۳۵° ۱۶'	متی ۲۷ باب ۳۵
			گلگال	۳۲° ۵۹'	۳۴° ۵۹'	شوعام باب ۱۹ باب ۵۱
			گلگال	۳۱° ۵۰'	۳۵° ۳۰'	قاضیوں باب ۱۹ اور دوسری
تبت	۳۲° ۰۰'	۸۹° ۵۵'	تبتھ			جگہوں پر باب ۱۹ تواریخ
لاسہ	۲۹° ۳۰'	۹۲° ۱۱'	لاشایش	۳۳° ۱۷'	۳۵° ۳۰'	باب ۱۸ باب ۲۲-۲۴ قاضیوں
لداخ	۳۴° ۰۰'	۷۷° ۳۰'	لادخ			باب ۲۱ تواریخ
لیج	۳۴° ۱۲'	۷۷° ۳۹'	لیجی ایک ضلع ہے			باب ۱۹ باب ۵۱ قاضیوں
سورو	۳۴° ۱۰'	۷۶° ۵۰'	شور	۳۰° ۵۵'	۳۳° ۳۵'	باب ۲۰ باب ۵۱ و ۵۲
سکیت	۳۳° ۱۰'	۷۷° ۵۰'	سکوٹھ (حال سکیت)	۳۲° ۵۱'	۳۵° ۳۴'	باب ۱۸ پیدائش پیدائش ۳۳ باب ۱۷ اور اور دوسری جگہ پر۔

(۸) مشہور محققین کی شہادت

مستر ٹامس ہولڈگٹ نے سول اینڈ ملٹری گزٹ - ۲۳ نومبر ۱۸۹۵ء کے پرچہ میں لکھا تھا کہ افغان اپنے آپ کو بنی اسرائیل کہتے ہیں اگر اس قوم کا بنی اسرائیل کے ساتھ قیدی تعلق نہ مانا جاوے تو پھر یہ بیان کرنا مشکل ہوگا کہ انہیں عام طور پر بنی اسرائیلی نام رائج ہیں ان کا قول کسی سچی بنیاد پر قائم نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ انہیں بعض یہودیوں کی رسومات پائی جاتی ہیں۔ مثلاً عید فصح کا منانا وغیرہ۔ افغانوں میں جو نہایت ہی تعلیمیت ہیں وہ اپنا بنی اسرائیل ہونا بڑے اصرار سے بیان کرتے ہیں۔ میرے نزدیک افغانوں کا مسئلہ صحیح طور پر اس طرح حل ہوتا ہے اگر یہ مانا جاوے کہ یہ بنی اسرائیل ہیں جو قدیمی راجپوتوں میں مل جاتے ہیں۔

ایچ۔ ڈبلیو ہیلیوسی ایس آئی اپنی تصنیف اقوام افغانستان کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں ان لوگوں کی روایت ہے کہ ہمارا اصل وطن ملک شام ہے جہاں سے بخت نصر ہمیں قید کر کے لے آیا اور فارس اور امید یہ کے مختلف حصوں میں آباد کیا ان مقاموں سے انھوں نے مشرق کی طرف نقل مکان کیا اور غور کے پہاڑی علاقوں میں آباد ہو گئے اس کی تائید میں بنی اسد اس کی بھی شہادت ہے جو کہتا ہے کہ بنی اسرائیل کی دس قوموں نے آذرت کے ملک میں پناہ لی۔ یہ خیال کیا گیا ہے کہ آذرت وہ علاقہ ہے جس کو آج کل ہزارہ کہتے ہیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سہاسی خاندان کے زمانہ میں افغانستان میں ایک قوم رہتی تھی جن کو بنی اسرائیل کہتے تھے۔ اور ان میں بعض ارد گرد کے ممالک کے ساتھ تجارت بھی کیا کرتے تھے۔

کرنیل جی بی فیلسن سی ایس آئی اپنی کتاب تاریخ افغانستان میں اس طرح پر لکھتا ہے کہ عبداللہ خان اور دوسرے افغان مصنفوں کی پیروی کر کے فریئر صاحب کی رائے ہے کہ افغان دس گم شدہ اسرائیلی فرقوں کی اولاد ہیں اور بھی کئی محققین اس رائے کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں چنانچہ سر ولیم جونز جیسا عظیم شان آدمی بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے۔ اس کے برعکس افغانوں کی متعدد ذیل روایت بیان کرتا ہے کہ جب نادر شاہ پشاور میں پہنچا تو یوسف زئی قوم کے سرداروں نے ایک بائبل اس کے آگے پیش کی

جو کہ عبرانی میں لکھی ہوئی تھی۔ اور کئی اور چیزیں بھی پیش کیں جو کہ وہ اپنی قدیمی عبادت میں استعمال کیا کرتے تھے۔ جن کو انھوں نے حفاظت سے رکھا ہوا تھا۔ جو یہودی لشکر کے ساتھ تھے انھوں نے ان چیزوں کو فوراً پہچان لیا۔ اسی بلفور۔ ایل۔ آر۔ مصنف ان انسکلو پیڈیا آف انڈیا لکھتا ہے۔ یہ افغانوں کی شکل یہودیوں سے ملتی ہے۔ ایک رسم میں افغان یہودیوں کی پیروی کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ کہ چھوٹا بھائی اپنے بڑے بھائی کی بیوہ سے شادی کر لیتا ہے۔ ڈاکٹر مین بعض رسومات کا ذکر کرتا ہے جو یہودیوں کی رسومات سے ملتی ہیں جو کہ وہ خیبر کے کولون میں پائی جاتی ہیں ان کے بال مشرقی یہودیوں کی طرح ہوتے ہیں۔

جینس بائی ایم۔ اے ایف جی ایس اپنی کتاب انسکلو پیڈیا آف گر جالفی میں لکھتا ہے۔ ”تمام تیلح اس بات پر متفق ہیں کہ افغانوں میں اور گرو نواحی قوموں میں بڑا فرق ہے اور سب افغان ایک ہی نسل کے معلوم ہوتے ہیں یہ اپنی شکل اور خط و خال میں یہودیوں سے بہت ملتے جلتے ہیں۔“

وہی مصنف اہل کابل کی نسبت ذکر کرتا ہوا کہتا ہے کہ یہ لوگ دراز قد ہوتے ہیں سیاہ آنکھوں والے۔ نمایان خط و خال والے اور ان کے چہرے بالکل یہودیوں کی طرح ہیں۔

کنل یول سی بی انسکلو پیڈیا برطانیہ میں افغانوں پر لکھتا ہوا کہتا ہے کہ اس ملک کی عورتیں یہودیوں جیسی خوبصورت خط و خال رکھتی ہیں اور یہی بات مردوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

اے کے جیمس اپنی کتاب کشنری آف گر جالفی میں کشمیر کی عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ پورے قد کی اور خوبصورت ہوتی ہیں ان کی ناک تر بھی اور خط و خال بالکل یہودیوں کے سے ہوتے ہیں۔

فرینس برنس اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے کہ جب میں ملک کشمیر میں داخل ہوا اور پیر پخال سے آگے گذرا تو یہ دیکھ کر میں بہت حیران ہوا کہ دیہات کے باشندے بالکل

یہودیوں سے مشابہ تھے ان کے خط و خال اور اطوار اور وہ ناقابل بیان خصوصیت جس کے ذریعہ تیل مختلف قوموں میں تمیز کر سکتے ہیں تمام اس بات کی شہادت دیتے تھے کہ یہ لوگ بنی اسرائیل ہیں اور اسے صرف میرا وہم ہی نہیں خیال کرنا چاہیے بلکہ ان لوگوں کا یہودیوں سے مشابہ ہونا ہمارے فرقہ جزو ایٹ کے پادری اور کئی اہل فرنگ نے بھی میرے یہاں آنے سے بہت پہلے بیان کیا ہے۔ آرچیلڈ کانٹبل جس نے ہرنیر کے سفر نامے کو فرانسیسی سے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ صفحہ ۳۴ پر لکھتا ہے۔ بہت سے اہل کشمیر کا اپنے خط و خال میں یہودیوں سے مشابہ ہونا زمانہ حال کے بہت سی یاعن نے بیان کیا ہے۔ انتہی المحضاً (ریویو آف ریجنز جلد ۳ نمبر ۶)

پطرس حواری کی تحریر (۳) کرئیر ڈی لایرا جنوبی اٹلی کے سب سے مشہور اخبار نے مندرجہ ذیل عجیب خبر شائع کی ہے۔

”۱۳ جولائی ۱۸۵۷ء کو یروشلم میں ایک بوڑھا رابب مسمیٰ کو مراجو اپنی زندگی میں ایک ولی مشہور تھا اس کے پیچھے اس کی کچھ جائیداد رہی اور گورنر نے اس کے رشتہ داروں کو تلاش کر کے ان کے حوالہ دو لاکھ فرینک (ایک لاکھ پونے انیس ہزار) کئے۔ جو مختلف ملکوں کو سکون میں تھے اور اس غار سے ملے جہاں وہ رابب بہت عرصہ سے رہتا تھا۔ روپے کے ساتھ بعض کاغذات بھی ان رشتہ داروں کو ملے جن کو وہ پڑھ نہ سکتے تھے۔ چند عبرانی زبان کے فاضلوں کو ان کاغذات کے دیکھنے کا موقع ملا تو ان کو یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ یہ کاغذات بہت ہی پرانی عبرانی زبان میں تھے جب ان کو پڑھا گیا تو ان میں یہ عبارت تھی۔

”پطرس مای گیریسوع مریم کے بیٹے کا خادم اور اس طرح پر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے نام میں اور اس کی مرضی کے مطابق خطاب کرتا ہے“ اور یہ خط اس طرح پر ختم ہوتا ہے۔

میں پطرس مای گیریسوع کے نام میں اور اپنی عمر کے نوٹے سال میں یہ محبت کے الفاظ اپنے آقا اور مولیٰ یسوع مسیح مریم کے بیٹے تین عید فصح بعد یعنی تین سال بعد خداوند

سے لفظ جیو جیو ایک کشمیریوں میں رائج ہے۔ خود ان کے یہودی ہونے پر گواہ ہے۔

کے مقدس گھر کے نزدیک بولیر کے مکان میں لکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔
 ان فاضلوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ یہ نسخہ پطرس کے وقت کا چلا آتا ہے۔ لندن بائبل
 سوسائٹی کی بھی یہی رائے ہے اور ان کا اچھی طرح سے امتحان کرنے کے بعد بائبل سوسائٹی
 اب ان کے عوض چار لاکھ لرا دو لاکھ ساڑھے ستیس ہزار روپے، مالکوں کو دیکر کاغذات
 کو لینا چاہتی ہے۔

۲۲ یسوع ابن مریم کی دعائیں دو دنوں پر سلام ہو اُس نے کہا۔

۲۲ اے میرے خدا! میں اس قابل نہیں کہ اس چیز پر غالب آسکوں جسکو میں بُرا سمجھتا ہوں
 نہ میں نے اس نیکی کو حاصل کیا ہے جسکی مجھ کو خواہش تھی مگر دوسرے لوگ اپنا اجر کو اپنے ہاتھ
 میں رکھتے ہیں اور میں نہیں لیکن میری بُرائی میرے کام میں ہے۔ مجھ سے زیادہ بُری
 حالت میں کوئی شخص نہیں ہے۔ ایذا جو سب سے بلند تر ہے میرے گناہ معاف کر۔ ایذا
 ایسا نہ کر کہ میں اپنے دشمنوں کے لئے الزام کا سبب ہوں نہ مجھ کو اپنے دوستوں کی نظر میں
 حقیر ٹھہرا۔ اور ایسا نہ ہو کہ میرا تقویٰ مجھے مصائب میں ڈالے ایسا نہ کر کہ یہی دنیا میری بڑی
 خوشی کی جگہ یا میرا بڑا مقصد ہو ایسے شخص کو مجھے مُسلط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے اے خدا جو کہ
 تو بڑے رحم والا ہے اپنا رحم کی خاطر ایسا ہی کر تو جو ان سب پر رحم کرتا ہے جو تیرے رحم
 کے حاجتمند ہیں۔ (رکشتی نوح مصنفہ حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان)

حال میں بمقام یروشلم پطرس حواری کا دستخط ایک کاغذ پر انی عبرانی میں لکھا ہوا دیکھنا
 ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے تخمیناً پچاس برس بعد

۱۱۰ معلوم ہوتا ہے کہ پطرس کی عمر بیس برس کی ہوئی تو آنحضرتؐ ہو چکی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیاسی تراسی
 برس کی عمر میں فوت ہو گئے اُس خبر وفات پر یقین کہے کہ پطرس نے لکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت
 ہو گئے مگر احادیثِ نبویہ سے حضرت عیسیٰ کا فوت ہونا ۱۲۰ برس کی عمر میں معلوم ہوتا ہے کہ اس حق جبین
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر وفات مشہور ہو کر پطرس تک پہنچی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبات پائی ہو اور
 بالآخر ۱۲۰ برس کی عمر میں فوت ہو گئے چونکہ پطرس کو اس تحریر تک اصل اقد کی خبر نہ ہوئی ہو۔

ہے اور اس سے بہت سی مفید باتیں ناظرین کو معلوم ہو گئی چنانچہ وہ خط معہ نقشہ کتاب از حقیقۃ
مُصنّفہ حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن سے بہان نقل کیا جاتا ہے۔

خطِ مولوی عبداللہ صاحب باشند کشمیر

از جناب خاکسار عبداللہ بنجمت حضور سچ موجود۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
حضرت اقدس اس خاکسار نے حسبِ الحکم سری نگر میں مین موقعہ پر یعنی روضہ مزار شریف
شہداء یوز آسف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہنچ کر جہاں تک ممکن تھا بکوشش تحقیقات
کی اور معمر اور سن رسیدہ بزرگوں سے بھی دریافت کیا اور مجاوروں اور گرد و جار کے لوگوں
سے بھی ہر ایک پہلو سے استفسار کرنا رہا۔ جناب میں۔ عندہ تحقیقات کے مجھے معلوم ہوا
ہے کہ یہ مزار درحقیقت جناب یوز آسف علیہ السلام نبی اللہ کی ہے اور مسلمانوں کے
محلہ میں یہ مزار واقع ہے کسی ہندو کی دہان سکونت نہیں اور نہ اس جگہ ہندوؤں کا کوئی
دفن ہے اور معتبر لوگوں کی شہادت کے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ قریباً انیس برس سے
یہ مزار ہے اور مسلمان اس کو بہت عزت اور تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کی
زیارت کرتے ہیں اور عام خیال ہے کہ اس مزار میں ایک بزرگ پیغمبر مدفون ہے۔ جو کشمیر
میں کسی اور ملک کے لوگوں کو نصیحت کرنے کے لئے آیا تھا اور کہتے ہیں کہ یہ نبی ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریباً چھ سو برس پہلے گذرا ہے یہ اب تک نہیں کھلا کہ اس
ملک میں کیوں آیا۔ مگر یہ واقعات بہر حال ثابت ہو چکے ہیں اور تواتر شہادت کے کمال وجہ

بہ نوٹ۔ وہ نبی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے وہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام ہیں اور کوئی ہنسن۔ اور یسوع کے لفظ کی صورت بگڑ کر یوز آسف بننا قرین قیاس، کیونکہ
جب یسوع کے لفظ کو انگریزی میں بھی جیسز بنا لیا ہے تو یوز آسف میں جیسز سے کچھ زیادہ تغیر نہیں
ہے یہ لفظ سن کر تیسے ہرگز مناسب نہیں رکھتا۔ صبح میرا فی معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ

کے یقین تک پہنچ چکے ہیں کہ یہ بزرگ جن کا نام کشمیر کے مسلمانوں نے یوز آسف رکھ لیا،
 یہ بنی بن اور نیز شہزادہ بن اس ملک میں کوئی ہندوؤں کا لقب ان کا مشہور نہیں ہے جیسے
 راجہ یا اوتار یا رکھی و سنی و سیدہ وغیرہ۔ بلکہ بالاتفاق سب بنی کہتے ہیں اور بنی کا لفظ اہل اسلام
 اور اسرائیلیوں میں ایک مشترک لفظ ہے اور جبکہ اسلام میں کوئی بنی ہمارے بنی صلی اللہ علیہ
 آلہ وسلم کے بعد نہیں آتا اور نہ آسکتا تھا اسلئے کشمیر کے عام مسلمان بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ یہ
 اسلام کے پہلے کا ہے۔ ہاں اس نتیجہ تک وہ اب تک نہیں پہنچے کہ جبکہ بنی کا لفظ صرف دو
 قوموں کے نبیوں میں مشترک تھا یعنی مسلمانوں اور بنی اسرائیل کے نبیوں میں اور اسلام
 میں تو ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی بنی نہیں آسکتا۔ تو بالضرور یہی متیقن ہوا۔
 کہ وہ اسرائیلی بنی ہے کیونکہ کسی تیسری زبان نے کبھی اس لفظ کو استعمال نہیں کیا بلاشبہ اس
 اشتراک کا صرف دو زبانوں اور دو قوموں میں تخصیص ہونا لازمی ہے

مگر بوجہ ختم نبوت اسلامی قوم اس سے باہر نکل گئی لہذا صفائی سے یہ بات طے ہوگئی کہ یہ
 بنی اسرائیلی بنی ہے پھر اس کے بعد تو اترتے ہی سے یہ ثابت ہو جاتا کہ یہ بنی ہمارے بنی صلی اللہ علیہ وسلم

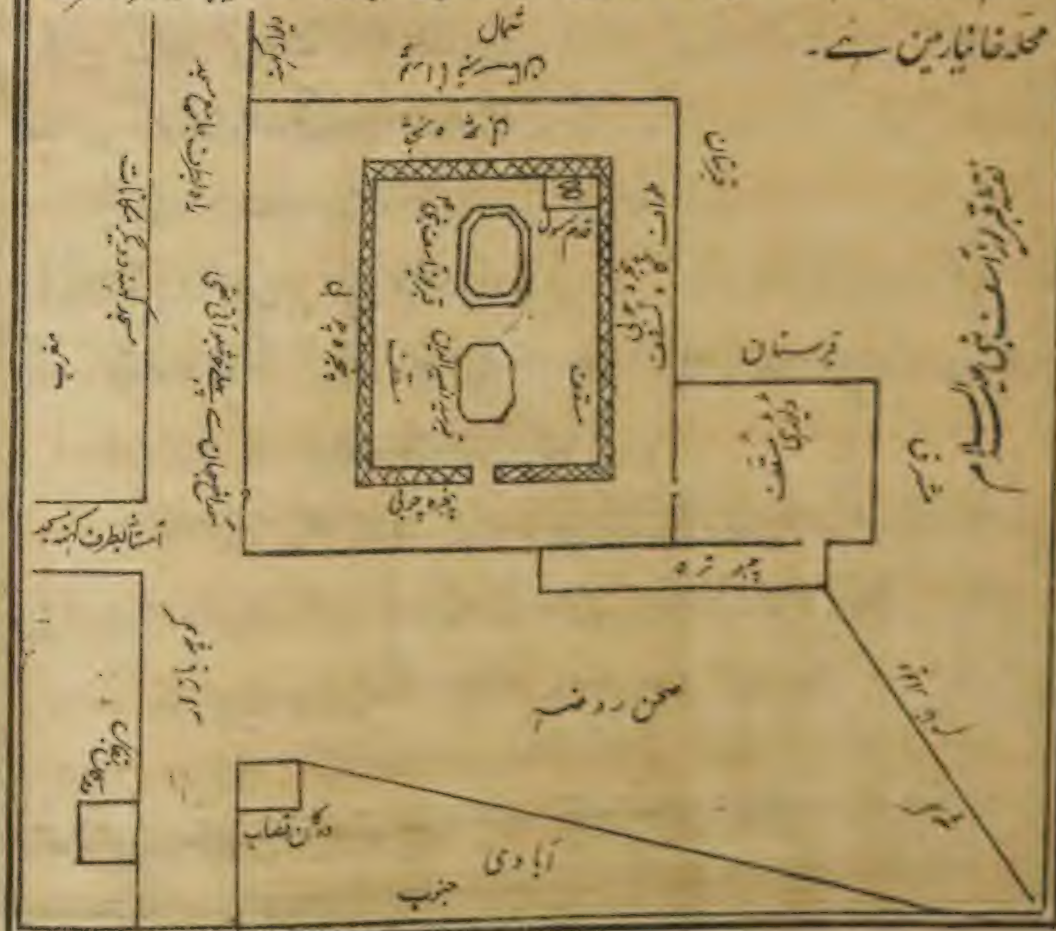
بقیہ حاشیہ۔ اس ملک میں کیوں تشریف لائے اس کا سبب ظاہر ہے اور وہ یہ کہ جبکہ ملک شام کو یوں
 نے آگے تبلیغ کو قبول نہ کیا اور آپ کو صلیب پر قتل کرنا چاہا تو خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کیہم افق اور نیز وہاں کو
 قبول کر کے حضرت مسیح کو صلیب سے نجات دیدی اور جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کے دل میں تھا کہ ان
 یہودیوں کو بھی خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیں کہ جو نجات النور کی غار مگر کے زمانہ ہندوستان کے ملکوں
 میں آگے بڑھو سو اسی خون کی تکمیل کے لئے وہ اس ملک میں تشریف لائے۔ (از حضرت مسیح موعود ع)

نوٹ۔ بنی کا لفظ صرف دو زبانوں میں ہے اور دنیا کی اور کسی زبان میں یہ لفظ مستعمل نہیں ہوا یعنی ایک تو
 عبرانی میں یہ لفظ بنی آتا ہے اور دوسری میں اس کے سوا تمام دنیا کی اور زبانیں اس لفظ سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں
 لہذا یہ لفظ جو یوز آسف پر ہوا گیا یہ کتبہ کی طرح گواہی دیتا ہے کہ شخص یا اسرائیلی بنی جو یا اسلامی بنی۔ مگر ختم نبوت
 کے بعد اسلام میں کوئی اور بنی نہیں آسکتا لہذا متیقن ہوا کہ یہ اسرائیلی بنی ہے اب جو مدت بتلائی گئی جو اس سے
 غور کے بعد فیصلہ ہوا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ ۴ بن اور وہی شہزادہ کے نام کو پکار رہے ہیں (الصحیح الزام)

سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے پہلی دلیل پر اور بھی یقین کا رنگ چڑھتا ہے اور زیرک ملون کو
 زور کے ساتھ اس طرف کے آگے کہ یہ نبی حضرت مسیح علیہ السلام میں کیونکہ یہی اسرائیلی نبی ہیں جو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرے ہیں پھر بعد اس کے اس متواتر خبر
 پر غور کرنے سے کہ وہ نبی شہزادہ بھی کہلاتا ہے یہ ثبوت فوری ہو جاتا ہے کیونکہ اس وقت
 میں منجبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی نبی شہزادہ کے نام سے کبھی مشہور نہیں ہوا۔ پھر
 یوزاسف کا نام جو یسوع کے لفظ سے بہت ملتا ہے ان تمام یقینی باتوں کو اور بھی قوت بخشنا ہو
 پھر موقعہ پر پہنچنے سے ایک اور دلیل معلوم ہوئی ہے کہ جیسا کہ نقشہ منسلک میں ظاہر ہے اس نبی
 کی مزار جنوباً و شمالاً واقع ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شمال کی طرف سر ہے اور جنوب کی طرف پیر ہیز
 اور طرز دفن مسلمانوں اور اہل کتاب خاص ہے اور ایک اور تائیدی ثبوت ہے کہ اس مقبرہ کے ساتھ
 ہی کچھ تھوڑے فاصلہ پر ایک پہاڑ کو سلیمان کے نام سے مشہور ہے اس نام سے بھی پتہ ملتا ہے
 کہ کوئی اسرائیلی نبی اس جگہ آیا تھا یہ نہایت درجہ کی جہالت ہے کہ اس شہزادہ نبی کو ہندو قرار دیا جاوے
 اور یہ ایسی غلطی ہے کہ ان روشن ثبوتوں کے سامنے رکھ کر اس کے رد کی بھی حاجت نہیں۔
 سنسکرت میں کہیں نبی کا لفظ نہیں آیا بلکہ عبرانی اور عربی سے خاص ہے اور دفن کرنا ہندوؤں کا
 طریق نہیں اور ہندو لوگ تو اپنے مڑوں کو بلاتے ہیں لہذا قبر کی صورت بھی قطعی یقین دلاتی
 ہے کہ یہ نبی اسرائیلی ہے۔ قبر کے مغربی پہلو کی طرف ایک سُورخ واقع ہے لوگ کہتے ہیں
 کہ اس سُورخ سے نہایت عمدہ خوشبو آتی رہی ہے یہ سُورخ کسی قدر کشادہ ہے اور قبر کے اندر
 تک پہنچی ہوئی ہے اس سے یقین کیا جاتا ہے کہ کسی بڑے مقصود کے لئے یہ سُورخ رکھی
 گئی ہے غالباً کتبہ کے طور پر اس میں بعض چیزیں مدفون ہوں گی۔ عوام کہتے ہیں کہ اس کوئی
 خزانہ ہے۔ مگر یہ خیال قابل اعتبار معلوم نہیں ہوتا ہاں چون کہ قبر میں اس قسم کا سُورخ
 رکھنا کسی ملک میں رواج نہیں اس سے سمجھا جاتا ہے کہ اس سُورخ میں کوئی غنیمت نشان چھپا
 ہے اور صد ہا سال سے برابر یہ سُورخ چلے آنا یہ اور بھی عجیب بات ہے اس شہر کے شیعہ لوگ بھی کہتے
 ہیں کہ یہی نبی کی قبر ہے۔ جو بطور سیاحت آیا تھا اور شہزادہ کے لقب سے موسوم تھا۔ شیعوں نے
 مجھے ایک کتاب بھی دکھلائی جس کا نام عین الحیات ہے اس کتاب میں بیت ماحضہ بعفرہ ۱۱۹

ابن بابویہ اور کتاب الکمال الدین اور تمام النعت کے حوالہ سے لکھا ہے لیکن وہ تمام بے ہودہ اور لغو قسے میں صرف اس کتاب میں اس قدر سچ بات ہو کہ صاحب کتاب قبول کرتا ہے کہ یہ نبی تباح تھا اور شہزادہ مختار کشمیر میں آیا تھا اور اس شہزادہ نبی کے مزار کا پتہ یہ ہو کہ جب جامع مسجد سے روضہ بن یسین کو کہ چہ میں آوین تو یہ مزار شریف آگے لے گئی اس مقبرہ کے بائیں طرف کی دیوار کے چھپے ایک کچھڑی اور دہنی طرف ایک پورانی مسجد ہے معلوم ہوتا ہے کہ تبرک کے طور پر ہی پورائے زمانہ میں اس مزار شریف کے قریب مسجد بنائی گئی ہو اور اس مسجد کے ساتھ مسلمانوں کے مکانات ہیں کسی دوسری قوم کا نام و نشان نہیں اور اس نبی اللہ کی قبر کے نزدیک ہونے گوشتہ میں ایک پتھر رکھا ہے جس پر انسان کے پاؤں کا نقش ہو کہتے ہیں کہ یہ قدم رسول کا ہے غالباً اس شہزادہ نبی کا یہ قدم بطور نشان کے باقی ہے۔ دو باتیں اس قبر پر بعض غفی اسرار کی گویا حقیقت نمایں ایک ہ سورن جو قبر کے نزدیک ہی دوسری قدم جو پتھر پر کندہ ہے باقی تمام صورت مزار کی نقشہ منسلک میں دکھائی گئی ہے۔ فقط۔

حضرت علیؑ علیہ السلام و یسوع اور جیزس یا یوز آسف کے نام سے بھی مشہور ہیں یہ ان کا مزار ہو اور جب شہادت کشمیر کے ممبر لوگوں کے عرصہ انیس سو برس کے قریب یہ مزار سری نگر محلہ خانیار میں ہے۔



(۵) شہد شہد من بنی اسرائیل - ایک اسرائیلی عالم توریت کی شہادت دربارہ قبر مسیح
میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے دیکھا ایک نقشہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور تحقیق وہ صحیح ہے
قبر نبی اسرائیل کی قبروں میں سے اور وہ ہے نبی اسرائیل کے اکابر کی قبروں میں سے میں نے
دیکھا یہ نقشہ آج کے دن جب لکھی میں نے یہ شہادت بہ ماہ انگریزی جون ۱۲ ۱۹۹۹ء

سلمان یوسف لیساق تاجر

سلمان یہودی نے میرے رو برو یہ شہادت لکھی - مفتی محمد صادق صاحب بھیروی کلرک دفتر
اکونٹ جنرل لاہور - شہد باللہ ان ہذا الکتاب کتب سلمان ابن یوسف وادہ رجل من اکابر
بنی اسرائیل - وخط - سید عبداللہ لہذاوی -

نوٹ - سلمان کی اصل عبارت عبرانی میں ہے جو کتاب کشتی نوح مصنفہ حضرت اقدس مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مع ترجمہ درج ہے اسی طرح مفتی صاحب کی عبارت بھی - مگر میں نے
صرف اردو ترجمہ اس مقام پر نقل کیا ہے - ص ۴

یہ بھی معلوم ہوا کہ کشمیر کے بعض باشندے اس قبر کا نام عیسیٰ صاحب کی قبر بھی کہتے ہیں اور انکی
پورانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ ایک نبی شہزادہ ہے جو بادشاہ کی طرف سے آیا تھا جس کو قریباً ۱۹۰۰
سو برس آئے ہوئے گزر گئے اور ساتھ اس کے بعض شاگرد تھے اور وہ کوہ سلیمان پر عبادت کرتا
رہا اور اس کی عبادت گاہ پر ایک کتبہ تھا جس کے یہ لفظ تھے کہ یہ ایک شہزادہ نبی ہے جو بادشاہ
کی طرف سے آئے تھے نام اس کا یوز ہے - پھر وہ کتبہ سکھوں کے عہد میں محض تعصب اور عناد سے
مٹا یا گیا اب وہ الفاظ اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے اور وہ قبر نبی اسرائیل کی قبروں کی طرح ہے
اور بیت المقدس کی طرف منسوب ہے اور قریب یاسری نگر کے پائے آہی نے اس مختصر نام پر بدین
مضمون وخط اور مہر میں لکھا میں کہ کشمیر کی پورانی تاریخ سے ثابت ہے کہ صاحب قبر ایک اسرائیلی نبی
تھا اور شہزادہ کہلاتا تھا کسی بادشاہ کے ظلم کی وجہ سے کشمیر میں آیا گیا تھا اور بیت ہدا ہو کر فوت
ہوا اور اس کو عیسیٰ صاحب بھی کہتے ہیں اور شہزادہ نبی بھی اور یوز آسٹ بھی "

(۶) ان سکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ حضور ماحواری ہندوستان میں آیا تھا اور میلاد میں شہید ہوا تھا
اور یہ بھی اسی میں لکھا ہے کہ یسوع کا ایک بھائی بھی اس کے ساتھ تھا یہ دونوں امر بھی اسی

بات کی تائید کرنے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان میں ضرور تشریف لائے کیونکہ ہندو
کا ہندوستان میں آنا بعد واقعہ صلیب بیان کیا گیا ہے۔

(۱۷) روضۃ الصفا میں جو حالات حضرت مسیح علیہ السلام کے لکھے ہوئے میں ان پر تنقیدی نظر
ڈالنے سے ہماری رائے کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ روضۃ الصفا، مطبوعہ مطبعہ منشی ذکانشور کی جلد
اول صفحہ ۱۴۶ میں جہنم احوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام لکھا ہے کہ۔

”طائفہ از نقلہ اخبار گفتمہ اند کہ مریم از بیت اللحم مراجعت کردہ در بیت المقدس وطن منورہ تا
آن زمان کہ از عیسیٰ معجزات و غوارق مادات صادر گشتہ قوم قصد قتل او کردند۔ آنگاہ با مریم با مریم
بجانب مصر یا دمشق رفت۔“

اور صفحہ ۱۴۵ میں لکھا ہے۔ ”ذکر مہاجر عیسیٰ از بیت المقدس و ظہور بعض معجزات اور ان
سفر چونکہ حضرت نبویؐ را تکذیب نمودہ از شہر اخراج کردند عیسیٰ با مریم روئے براہ نہادند۔“
ان دونوں عبارتوں سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت
کا دعویٰ کیا اور معجزات دکھائے تو ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی حتیٰ کہ قتل کا ارادہ کیا اس
وقت جبکہ آپ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مع حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام اپنے وطن سے
ہجرت کی کس طرف ہجرت کی؟ روضۃ الصفا میں وہ ملک مصر یا دمشق کے طور پر بتایا گیا ہے
مگر کوئی دلیل کسی قسم کی پیش نہیں کی گئی۔ ہم آگے چل کر خود روضۃ الصفا کے حوالہ سے دکھا دیں گے
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ ہجرت ملک ہندوستان کی طرف کی تھی۔

ہجرت کے حالات روضۃ الصفا میں اس طرح لکھے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے وطن
سے چل کر ملک شام کے ایک قریہ میں پہنچے اور وہاں کے بادشاہ کی درخواست پر اس کے دیہند
کو جو قریہ زمانہ میں فوت ہو گیا تھا۔ بادشاہ سے یہ قول لے کر کہ مجھ کو اس ملک میں سفر کرنے
سے کوئی روکے نہیں زندہ کرو یا اور دیہند کے زندہ ہو جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
اوس قریہ سے کوچ کر دیا۔

اب اس واقعہ پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک یہود نے ملکہ
کسی دوسری سلطنت میں پہنچے اور وہاں کا بادشاہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے سے واقف نہ

تھا کیونکہ حسب تحریر صاحب روضۃ الصفا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مہربان نے بادشاہ سے اولن کا تعارف کرایا اور یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہودیوں کی سلطنت نہ تھی بلکہ شام رومی سلطنت کے تابع تھا اور سلطنت مذکور کی طرف سے اس وقت پیلاطوس بیت المقدس کا گورنر تھا جسکی عدالت میں یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر بغاوت کا الزام لگایا تھا اور اس الزام کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام کو اخیر تک اسی پیلاطوس نے سنایا تھا پس قطعی طور پر ثابت ہوا کہ جس ملک کے ولیعهد کا بدعائد حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہو جانا روضۃ الصفا میں لکھا ہے وہ ملک شام کے سوائے کوئی اور ملک تھا۔ واقعہ مذکور بالا کے بعد صاحب روضۃ الصفا نے حضرت عیسیٰ کے منزل بمنزل سفر کے اور کئی عجیب غریب حالات تحریر فرمائے ہیں بعد ازاں ایک دوسری سلطنت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہنچنے اور وہاں کے بادشاہ کو زندہ کر دینے اور اپنے رفیق الطریق کو سولی سے بچا لینے کا حال لکھا ہے پھر وہاں سے کوئچ اور دیگر حالات سفر کے لکھنے کے بعد یہ الفاظ لکھے ہیں: "و عیسیٰ تہر سکوت بردہاں نہادہ ایم طے منازل و مراحل مے نمود" اور اس کے بعد ایک جگہ پوچھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ادن کے رفیق الطریق کو خزانہ ملنے کا ذکر کچھ کر سفر کے حالات ختم کر دئے ہیں۔

مگر ذکر مہاجرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے اسی روضۃ الصفا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نصیبین میں جانے کا حال جو سب سے ترقیبی کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور کئی ہجرت کے حالات کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے عقدہ حل ہو جاتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ہندوستان میں آنے کے لئے راستہ صاف ہو جاتا ہے۔

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نصیبین میں جانے کا حال روضۃ الصفا صفحہ ۱۳۲ میں اس طرح لکھا ہے: "و ذکر رفتن عیسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ نباحیہ نصیبین و زندہ شدن سام بن لوز بدعائے آنحضرت۔ ارباب اخبار گفته اند کہ در زمان عیسیٰ بادشاہ بود در ولایت نصیبین

نوٹ۔ انکسکرٹیا بلیکا میں لکھا ہے کہ نصیبین قدیم زمانہ میں پورٹیکا ایک شہر تھا جو اب گندھار میں واقع ہے اب اسکو

لغایت متکبر و جبار و حضرت نبوی بدعوت او مامور شدہ متوجہ نصیبین گشت چون بحوالے آن رسید۔ الخ۔ پھر ایک طویل قصہ کے بعد اخیر پر لکھا ہے کہ ملک نصیبین بالشکر و توباع و رعایا جملہ بیسے ایمان آورند۔ صاحب روضۃ الصفا نے یہ بھی لکھا ہے کہ سفر نصیبین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آپ کی والدہ اور جواری بھی تھے اور ان میں سے تین عاریوں کا نام یعقوب۔ تومان۔ شمعون بتایا ہے۔ واضح ہو کہ یہ تومان جواری جس کا ذکر روضۃ الصفا میں لکھا ہے اور جو سفر نصیبین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا وہی تھو ما جواری ہے جسکی نسبت انسکو پیڈیا میں بلیکامین لکھا ہے کہ وہ ہندوستان میں آیا جیسا کہ ہم اوپر بھی دکھلا چکے ہیں۔ اب جب تومان یا تھو ما جواری اس مہاجرانہ سفر میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ تھا اور اس کی یعنی تھو ما کی نسبت یہ امر مسلم ہے کہ وہ ہندوستان میں آیا۔ تو ایسی حالت میں عقلاً یا امر واجب التسلیم قرار پاتا ہے کہ ملک کشمیر میں پہنچ کر خان یار میں پلنے والا یوز آسن فی الحقیقت یسوع آسن ہے نہ کوئی اور۔

ان وجوہات پر نظر ڈالنے کے بعد بھی اگر ناظرین کو کچھ شک باقی رہے تو نصیبین سے چکر حضرت مسیح علیہ السلام کی ہندوستان میں تشریف آوری کا ثبوت وہ ناظر تحقیقات سے جو سٹر نکوس نوٹو وچ روسی سیاح نے کی ہے۔ یہ سیاح ۱۸۸۶ء میں ہندوستان میں آیا تھا۔

بقیہ حاشیہ نصیبین کہا جاتا ہے اور ایک چھوٹی سی ویران جگہ ہے..... سید پوٹیمہ یونانیوں نے اس قطعہ زمین کا نام رکھا جو جوڈیا و جلد اور فراٹسکے محاط ہے اور جس کو آجکل الجوزیر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسیریا اور بابل کی حکومتوں کے زیر تھا۔ بایں میں اس کے آرام نہرایم یا سیدان آرام کے نام سے لکھا ہے۔ یونانی لقب سکندر اعظم کے مشرق پر حملہ کرنے سے پہلے بہت عام نہ تھا اس کے باشندے عرب۔ کرو اور آرمین لوگ ہیں یہ لوگ عموماً اصحاب النخل ہیں مولشی چرانا ان کا پیشہ ہے یہ اب ترکی حکومت کا ایک حصہ ہے!

نوٹ۔ حضرت مسیح علیہ السلام ہندوستان میں ضرور تشریف لائے اور پھر یہ بات بھی ضابطہ سمجھ میں آجائی
مسح علیہ السلام اس ملک (نصیبین) کو ترک کر کے عازم سمرقانتان وغیرہ ہوئے اور دشوار گذار گھاٹیوں اور پھر صعوبت و دشت و بیابان کو طے کرتے ہوئے بالاخر کوہ نمان میں پہنچے۔ اور

سری نگر گیا وہاں سے اس نے بت کا سفر کیا۔ مولیک مٹھ میں پہنچ کر اوس نے لامہ سے ملاقات کی۔ اثنائے گفتگو میں لامہ نے کہا کہ عیسیٰ ایک بڑا پیغمبر گذرا ہے اوس کا نام اور اوس کے حالات و خیالات ہماری کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں پھر یہ سیاح سمہر کے مندر کو گیا اور وہاں کے لامہ نے اوس سے یہ گفتگو کی کہ تین ہزار برس گزرے کہ بدھ اعظم نے شاہنشاہ سا کیا منو کا اوتار دہرن کیا تھا اور پچیس سو برس گزرے کہ ادھون نے گوتم کا اوتار دہرن کر کے ایک بادشاہت قائم کی۔ اٹھارہ سو برس کا عرصہ ہوا کہ بدھ دہو کا اوتار بنی اسرائیل میں پیدا ہوا یعنی عیسیٰ۔ اور وہ ابھی چھوٹا لڑکا ہی تھا کہ ہندوستان میں آیا۔ اور جوانی تک بودہ مت کی تعلیم پاتا رہا۔ اوس کی زندگی کے حالات پالی زبان کی کتابوں میں لکھے ہیں اور اون کے ترجمے بت کی زبان میں موجود ہیں۔

پھر نوٹو وچ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ لامہ نے بتی زبان کی کتاب میں لکھا کہ مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات سنائے اور میں نے ترجمان کی مدد سے ان مختلف حالات کو سلسلہ وار بند کر لیا۔ نوٹو وچ نے جو حالات اس طرح پر لکھے ہیں ادن کا خلاصہ یہ کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عیسیٰ رکھا گیا۔ یہ عیسیٰ چودہ برس کی عمر میں بنی اسرائیل کے ملک سے بھاگ کر سندھ کے اس پار آ گیا اور پنجاب اور راجپوتانہ ہوتا ہوا اڑیہ چلا گیا۔ اڑیہ کے برہمنوں نے اسے وید پڑھائے۔ پھر عیسیٰ جگن ناتھ راج گدہ بنارس اور اور شہروں میں چھ برس رہا۔ عیسیٰ نے ویدی پرانی اور جینیوں کو گمراہ سمجھا اور کہا۔ کہ ایک قانون انسان کی ہدایت کے واسطے مل چکا ہے۔ پھر عیسیٰ بودھوں کے پہاڑی ملکوں یعنی

بقیہ حاشیہ۔ علاقہ شیطان گنیل میں کچھ عرصہ کر کے ان گم شدہ بھٹروں کو جمع کیا۔ اور بہت لوگ ان پر ایمان لائے اور اس جگہ وہ مدت تک قیام پذیر رہے وہاں آج تک ایک چوترا بنا ہوا ہے جو یوز آصف اور مہتر لام کے نام سے مشہور ہے۔ یوز تو وہی لفظ یسوع ہے جو بگڑ کر یوز ہو گیا ہے اور آصف اور لام دونوں عبرانی زبان کے نام ہیں جن کے معنی ایک ہی ہیں یعنی پراگندوں کو جمع کرنے والا۔ (رعیل مصفی صفحہ ۲۹۰)

نیپال وغیرہ میں گیا اور اُس نے پالی زبان سیکھی اور اس زبان میں کمال حاصل کیا۔ چھ برس کے بعد یسوی بسا کال ہو گیا کہ بودہ مت کی متبرک کتابوں کی تشریح میں اس نے کمال مہارت حاصل کر لی پھر بہاری ملکوں کو چھوڑ کر راجپوتانہ گیا اور وہاں سے مغرب کی طرف چلا گیا اور فارس ہوتا ہوا تیسری برس کی عمر میں اپنے ملک میں پہنچ گیا وہاں تین برس اپنی قوم کی دعوت میں مشغول رہا پھر اُس نے سلیک کے ذریعہ سے وفات پائی مگر دوسرے دن قبر لاش سے خالی پائی گئی۔

یہ واقعات جو نوٹ و ج ستیاج نے کمال جانشانی کے بعد بودہ مت کی کتابوں کے ہم پہنچا کر پاپک کے سامنے پیش کئے ہیں۔ ضرور اس قابل ہیں کہ ان پر نہایت توجہ کے ساتھ عمیق نظر ڈالی جائے اور بودہ مت والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بودہ مت کا پیرو ثابت کرنے کے لئے جو تعلی آمیز کوشش کی اور اصل واقعات پر بے جا حواشی چڑھائے ہیں اور حواشی کو الگ رکھ کر اصل واقعات پر تنقیدی نظر ڈالی جائے تو یہ واقعات کتاب یوز آسف اور بلوگر کی ایک نہایت عمدہ اور مستند شرح ثابت ہوتے ہیں چنانچہ اسی عرض سے ہم ذیل میں چند ریمارکس درج کرتے ہیں۔

۱۔ بودہ مت کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہب ہندوستان تشریف لائے تو ان کی عمر چودہ برس تھی۔ یہ بات بالکل خلاف قیاس بلکہ قطعی جھوٹ ہے۔ کیونکہ ملک شام سے اس چھوٹی عمر میں اور پھر اس زمانہ میں آپ کی تشریف آوری ہندوستان کے لئے کوئی نہایت قوی اور مقبول وجہ ہونی چاہیے۔ مگر بودہ لوگ کوئی ایسی وجہ پیش نہیں کرتے۔ تاہم نے اپنی کتابوں سے یہ وجہ دکھلائی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بزرگ حضرت عیسیٰ کی شادی کرنا چاہتے تھے اور عیسیٰ کو یہ بات منظور نہ تھی اس لئے آپ ملک شام سے بھاگ کر ہندوستان آئے مگر یہ وجہ ہرگز قابل تسلیم نہیں کیونکہ اول تو صرف شادی کے خوف سے اس قدر دور دراز و پر مصائب سفر اختیار کرنے کی بے ضرورت نہ تھی یہ بات ملک شام کے کسی اور شہر یا قصبہ وغیرہ میں رہنے سے بھی حاصل ہو سکتی تھی۔

دوسرے پھر انتیس برس کی عمر میں جو پوری جوانی کا زمانہ تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھر اپنے ملک کو واپس جانا اور انھیں بزرگوں اور عذیبہ دن کے پاس رہنا جو ان کو شادی کے لئے مجبور کرتے تھے۔ بودہ مت والوں کی پیش کی ہوئی وجہ کو بعض غلط ثابت کرتا ہے کیونکہ بزرگوں کی طرف سے شادی

کے لئے مجبور کئے جانے کا خوف چودہ برس کی عمر کے بہ نسبت ۲۹ برس کی عمر میں زیادہ تھا۔
 ۲۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام چودہ برس کی عمر میں ہندوستان میں آتے اور ہندوستان میں
 سنسکرت اور پالی زبانیں سیکھ کر اورودیوں اور بودہ مت کی کتابوں میں کمال تبحر حاصل کر کے
 ملک شام کو واپس جاتے تو عقلاً ضروری تھا کہ وہ اپنے سفر ہند کا بنی اسرائیل سے تذکرہ
 کرتے اور سنسکرت اور پالی زبان کے کلمات اور ہندوؤں اور بودہوں کے حالات اپنے
 ہم وطن لوگوں پر کچھ تو ظاہر کرتے۔ مگر تعجب ہے کہ باوجود نہ مانع ہونے کسی امر کے حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے وطن میں پہنچ کر سفر ہند وغیرہ کا نہ کسی سے ذکر کیا نہ ہندوؤں
 اور بودہوں کا کبھی بھولکر نام لیا بلکہ شریعت موسوی کی تبلیغ کرتے رہے جیسا کہ اناجیل
 و کتب تاریخ و نیز نوٹ و ج کی کتاب سے ظاہر ہے۔ اس سے بھی قطعی طور پر ثابت ہوتا کہ
 کہ بودہوں نے جو زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ہندوستان میں تشریف لائے کا اپنی
 کتابوں میں لکھ رکھا ہے وہ زمانہ یقیناً غلط ہے۔

۳۔ اناجیل اور تورات و پنج یہود وغیرہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی لاڈ
 کے وقت سے واقعہ صلیب تک علانیہ طور پر اور برابر اپنے وطن میں موجود رہے۔ پس حضرت
 مسیح علیہ السلام کا چودہویں برس سے انیس برس تک ہندوستان و دیپال وغیرہ میں رہنا
 سراسر خلاف واقع اور خلاف قیاس ہے۔

اصل بات یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد ملک شام سے ہجرت کر کے
 ہندوستان میں تشریف لائے اور مختلف مقامات ہند میں سیر کرنے کے بعد کشمیر میں قیام پذیر
 ہوئے اور وہیں فوت ہو گئے۔ چون کہ عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان میں مختلف مقامات پر
 سیاحت کرتے ہوئے گئے اور جا بجا عارضی طور پر قیام کیا اور جہاں گئے۔ وہاں دعوت خلق
 میں مصروف رہے اس لئے ان مقامات کے باشندوں کو جن میں آپ نے عارضی طور
 پر قیام فرمایا۔ آپ کا نام یعنی وہ نام جو آپ نے ہندوستان میں ظاہر کیا یا درم اور نیز
 آپ کے کلمات طیبات بھی کمی بیشی کے ساتھ یاد رہے۔ جن کو بالآخر بودہ مت والوں
 نے اپنی کتابوں میں رنگ آمیزی کے ساتھ درج کر لیا چنانچہ وہ اب تک درج ہے

کتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ بودہ مت والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اپنی کتابوں میں آپ کی وفات سے کوئی سو دو سو برس کے بعد قلمبند کئے ہوں گے اور اس وقت ایک طرف تو انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہندوستان میں آنا اور مختلف شہروں میں دھڑکرتے ہوئے پھرنا قومی اور ملکی روایتوں سے سنا ہوگا۔ جن کو وہ رو بخین کر سکتے تھے نیز مسیح علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے منج کشمیریوں نے بھی مسیح کے حالات کچھ بیان کئے ہوں گے۔ اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ملک شام میں صلیب کے ذریعہ سے وفات پانا ملک شام کے آئے جانے والے قافلہوں سے سنا ہوگا۔ اس لئے بودہ لوگ یہ تو سمجھ نہ سکے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی موت سے بچ کر ہندوستان میں ہجرت کر آئے اور دعوت خلق میں مشغول ہوئے۔ ناچار انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وفات سے پہلے ہی ہندوستان میں آئے ہوں گے۔ اب چونکہ بودہ مت والوں کے علم میں حضرت مسیح علیہ السلام نے تیس برس کی عمر میں نبوت کا دعویٰ کیا اور تین برس تبلیغ میں مصروف رہے جس کے بعد وہ صلیب کے ذریعہ سے فوت ہو گئے اس لئے بودہ لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کی ہندوستان میں تشریف آوری کا ایسا زمانہ متعین کرنے پر مجبور ہوئے جس کے ذریعہ سے وہ یہ بات بھی ثابت کر سکیں کہ عیسیٰ ہندوستان میں عرصہ تک رہے اور انھوں نے بودہ مت والوں کی زبان بھی کال طور پر سیکھ لی اور بودہ مت کی مذہبی تعلیم سے بھی کال طور پر بہرہ یاب ہو کر ہڈٹ اوتا ریا دا غط کی حیثیت سے دنیا کو تبلیغ بھی کرتے رہے

۱۔ بودہ لوگ اپنی کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کتاب یوز آسف کی تصنیف کے بعد درج ہوا معلوم ہوتے ہیں کیونکہ بودہ مت کی کتابوں میں عیسیٰ علیہ السلام کا نام یوز آسف نہیں لکھا بلکہ صریح نام لیا گیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نام یوز آسف ہونا مصنف کتاب یوز آسف کو معلوم نہ تھا بعد وفات عیسیٰ علیہ السلام اور بعد تصنیف کتاب یوز آسف کثیریوں نے یوز آسف کا نام عیسیٰ ہونا اور ان کا ہندوستان میں آنا ظاہر کیا ہوگا اس وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا ہندوستان میں آنا بودہ مت والوں کو معلوم ہو گیا اور یوز آسف کی قبر عیسیٰ صاحب کی قبر بھی مشہور ہوئی چنانچہ اس وقت تک کثیریوں میں اس طرح مشہور ہو چکی تھی

اس لئے اودھون نے مسیح کے ہندوستان میں آنے کا زمانہ مسیح کی ولادت کے چودہویں برس بتلایا اس حساب سے مسیح کے قیام ہندوستان کا زمانہ کل پندرہ برس ہوتا ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ زمانہ اس وقت ہندوستان کی مختلف مقامات کی سیاحت منسکرت زبان کی تفصیل دیدن کے پڑھنے پھر ہالی زبان سیکھنے اور پودہ رست والوں کی ضخیم کتابوں کا ماہر بننے کے لئے گزرا کافی نہیں۔

پس تحقیقات مندرجہ بالا سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے وطن سے ہجرت کر کے ہندوستان میں ضرور تشریف لائے اور کشمیر میں یوز آسٹ کہلائے۔ اس تحقیقات کی صحت اور قطیت کی تصدیق قرآن کریم اور احادیث نبویؐ و رحیم سے بھی ہوتی ہے۔

خداوند حمید قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وما قتلہ وما صلبہ ولكن شبه لهم۔ یعنی یہودیوں نے مسیح کو قتل نہیں کر ڈالا۔ نہ صلیب دے کر مار ڈالا۔ ہوا کیا؟ مسیح کی حالت مقتول و مصلوب کے مشابہ ہو گئی تھی یہی وہ بات ہے۔ جسکو محققین یورپ نے لکھا ہے کہ مسیح موت کی سی بے ہوشی تک پہنچ کر پھر بحال ہوا۔ اور نامعلوم تنہائی کی جگہ میں چلا گیا۔ اب کریمہ مذکورہ بالا کے ساتھ ذیل کی حدیثوں پر بھی غور کرو۔ کنز العمال جو احادیث کی ایک جامع کتاب ہے اس کے صفحہ ۳۴ میں ابو ہریرہ سے یہ حدیث لکھی ہے۔

اوحی اللہ تعالیٰ لعیسیٰ اَنْ اَنْقِلَ مِنْ مَّكَانٍ اِلَى مَّكَانٍ لَّمَّا تَعَرَفَ قَتْلُوْهُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل کرتا رہ۔ یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف جاتا کہ کوئی تجھے پہچان کر دیکھ نہ دے۔ اور پھر اسی کتاب میں جابر سے روایت کر کے یہ حدیث لکھی ہے۔ کان عیسیٰ ابن مریم یسیج فاذا اے اکل یقل الصحراء ویشرب الماء القراح۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحت کیا کرتے تھے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سیر کرتے تھے اور جہاں شام ہوتی تھی۔ تو جنگل کے بقولات میں سے کچھ کھاتے تھے اور خالص پانی پیتے تھے۔ ان حدیثوں کے بعد اس آیت کو بغور دیکھو۔ وَاَوْیَہُمَا اِلَى رُبُوۃٍ ذَاتِ قُرۡبٰی مِّنْ

ترجمہ - ہم نے ایک بڑی مصیبت کے بعد عیسٰی اور اس کی ماں کو ایک بڑے ٹیلہ پر جگہ دی۔ جو بڑے آرام کی جگہ تھی اور جہاں خوش گوار پانی تھا۔ ظاہر ہے کہ عربی میں آدے کا لفظ اسی موقع پر آتا ہے کہ جب کسی مصیبت پیش آمدہ سے بچا کر پناہ دیجانی ہے یہی محاورہ تمام قرآن شریف میں اور تمام اقوال عرب میں اور احادیث میں موجود ہے اور واقعہ صلیب کے سوا کسی اور بڑی مصیبت کا جس کی وجہ سے ہجرت کی ضرورت ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش آنا قرآن شریف انجیل و تاریخ سے ثابت نہیں۔ یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ آیت کریمہ آوینہما الی ربوۃ میں جس مصیبت سے بچا کر پناہ دینے کا ذکر ہے وہ صلیبی مصیبت اور جس جگہ پر پناہ دینے کا ذکر ہے وہ جگہ کشمیر ہے جس پر الفاظ ربوۃ ذات قرار دینے بالکل چسپان میں اس کے بعد اکمال الدین وغیرہ کی عبارتوں کو پڑھو جو اوپر نقل کی گئی ہیں۔ تو حضرت مسیح علیہ السلام کے سفر کشمیر کا فوٹو آنکھوں کے سامنے کھینچ جاتا ہے اور بے ساختہ دل بول اٹھتا ہے کہ حضرت یوز آسف سے مراد بے شک حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

حضرت ابن جریر علیہ الرحمۃ کے جو تیسری صدی ہجری میں ایک بڑے مفسر اور مشہور مؤرخ گذرے ہیں اپنی کتاب تاریخ طبری کے صفحہ ۲۶۹ جلد دوم میں یہ ہدایت لکھی ہے۔ کہ ابن سلیم النصارى کہتے ہیں کہ ہماری ستورات میں سے ایک عورت نے جبل جبار پر جانے کی نذر مانی تھی اس واسطے مجھے بھی اس کے ساتھ اس جبل پر جانے کا اتفاق ہوا۔ جب ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے۔ تو وہاں ایک بڑی عظیم الشان قبر دیکھی۔ جس کے دونوں طرف یعنی سر اور پاؤں کی جانب دو بڑے بڑے پتھر پڑے تھے۔ جن پر کچھ لکھا تھا چون کہ میں اس کتبہ کو پڑھ نہ سکا ان دونوں پتھروں کو میں نے ساتھ اٹھا لیا اور اس وجہ سے کہ وہ پتھر بھاری تھے۔ میں نے ایک کتبہ کو اترتے ہوئے پہاڑ پر ہی پھینک دیا۔ دوسرا کتبہ جو میں ساتھ لایا تھا میں نے اپنے ہاں سر بائی عالموں اور اسی طرح بعد ازاں اہل میں کے زبور نویسوں کی خدمت میں پیش کیا اور اس وجہ سے کہ اوں میں سے ان کو کوئی نہ پڑھ سکا وہ کتبہ ہمارے گھر میں کئی سال پڑا رہا اور مدت کے بعد ہمارے ہاں ملک فارس کے چند اہل ماہ آئے باتوں ہی باتوں اس کتبہ کا ذکر آگیا۔ تو میں نے ان کو یہ کتبہ نکال کر دیا انھوں نے بتایا کہ یہ ہمارے عیسیٰ ابن مریم رسول علیہ السلام کی قبر کا کتبہ ہے جو ہمارے بلاد میں رسول کر کے بھیجے

گئے تھے اُن کے مرنے کے بعد ان کو اس پہاڑ پر دفن کیا گیا ہے کتبہ پر یہ عبارت لکھی تھی۔ مذاقبر
رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم عم ارسل اللہ البلاء۔ یعنی یہ حضرت عیسیٰ کی قبر ہے جو ان بلاد میں رسول بنا کر
بھیجے گئے تھے۔ اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ تیسری صدی ہجری سے بھی پہلے مسلمانوں میں یہ خیال پھیل گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک
شام سے باہر کسی جگہ وفات پر دفن کئے گئے ہیں۔

۲۔ اہل فارس کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک فارس میں ضو
تشریف لائے تھے۔

۳۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ یا دوسرے لفظوں میں یون کہو کہ زمانہ خیر القرون میں اس بات کا
شہرہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر پر ایک کتبہ موجود ہے۔ جسکی عبارت کا مطلب یہ ہے
جو اوپر لکھا گیا۔

۴۔ اس روایت سے دو قیاس پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ خان یار میں جو قبر عیسیٰ کی ہے۔
وہاں سے کوئی مسافر کتبہ اٹھا لے گیا ہو۔ دوسرے یہ کہ مسیح علیہ السلام کی قبر واقع خان یار سری نگر
اور کتبہ کی عبارت کا حال معلوم کر کے کسی شخص نے مصنوعی کتبہ دنیوی فائدہ حاصل کرنے کے لئے
تیار کر اے ہوں مگر ان دونوں قیاسوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ لوگوں میں اس وقت عام ظہور
یہ خیال پھیلا ہوا ہو۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام روئے زمین کے کسی حصہ میں دفن ہیں اور ان کی
قبر پر کوئی کتبہ بھی ہے۔

نوعض اس روایت سے بوجہ مذکورہ بالا ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وقت صلیب زندہ جم
خاکی کے ساتھ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔ بلکہ ملک شام سے ہجرت کر کے فارس ہونے ہوئے
کسی جگہ پہنچ کر فوت ہو گئے اور وہاں ان کی قبر بنائی گئی۔ جس پر ایک کتبہ بھی تھا اور تحقیقات
مندرجہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اسی قبر میں دفن ہیں۔ جو سری نگر میں یوز آسف
نبی کی قبر مشہور ہے۔

اب ہم کتاب یوز آسف اور باوہر کے دونوں میں یوز آسف کی نسبت اس مضمون میں کامل طور
پر لکھ چکے اور ہمارا اصل مقصود ہی اس نام کی تحقیق تھا۔ دوسرے باوہر کی نسبت ہم صرف ایک مختصر

بات ناظرین کے گوش گزار کر کے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔
 کہ تو اس نیکو کیلئے کے صفحہ الامین لکھا ہے کہ ”اندر یاس نے اجمیل کا وعظ سنی تھیا میں
 کہا اور حقو ما اور برحقو لما نے پار تھیه اور مندوستان میں ساحل ملید تک“ پس کیا عجب کہ عینی
 زبان کا نام ہونے اور مرد و زمانہ اور کثرت استعمال کے سبب سے مندوستان میں برحقو لما عاری
 کا نام بگڑ گیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الفت

سید صادق حسین مختار

۱۰۔ دسمبر ۱۹۶۷ء

وفات مسیح

(نوشتہ قاضی اکمل)

(۱) قلما توفیتی کنت انت الوقیب علیہم۔ مسیح ابن مریم قیامت کے دن عرض کریگا جب تو نے مجھے وفات دی تو اس کے بعد تو ہی نگران حال تھا۔ مجھ کو خبر نہیں۔ جب تک میں رہا۔ کنت علیہم شہیداً امدامت فیہم۔ وہ توحید پر قائم رہے۔

قرآن مجید کی شہادت | اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں (۱) عیساٰی وفات مسیح کے بعد گڑے چون کہ بگڑ چکے ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ مسیح بھی مر چکے ہیں (۲)

قیامت تک اُمت کی پھر خبر نہیں گویا دوبارہ بنفسہ دنیا میں نہیں آئے (ب) جب اللہ تعالیٰ قاتل انسان مفعول ہو تو توفیٰ کے معنی یقیناً موت کے ہیں اگر نہیں تو مثال پیش کرو بشرطیکہ فریضہ فارہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیح بن مریم کو سچی کیسا تھے **آنحضرت صلعم کی روایت** | یعنی مردوں میں معراج کی رات دیکھا (مشکوٰۃ)

صحابہ کرام کی شہادت | جب ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئے تو بعض کا گمان تھا کہ عیسیٰ کی طرح بجدہ مرفوع ہوئے صدیق اکبر نے آیت پڑھی۔ **وَاُخْتُدَّ اِلَیْهِ رَسُوْلٌ فَاَخْلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے سب ہی رسول فوت ہو چکے اس طرح پر آپ کی وفات پر استدلال کیا خلت کے معنی قرآن مجید نے خود قاتل اور قتل کر دیے۔

ائمہ اربعہ کی شہادت | ائمہ اربعہ سے کسی نے مسیح کی وفات کا انکار نہیں کیا اصل بات کیا ہے **وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَّوْهُ وَلٰكِنْ مِّثْلَهُ لَهُمْ**۔ نہ یہودیوں نے مسیح کو

قتل کیا نہ صلیب پر مارا۔ بلکہ مسیح ان کے لئے مصلوب کی مانند بنایا گیا یعنی غش آگیا مگر مر نہیں اس طرح یہود کا اصل مقصد ملعون بنانا و قورات باب استنارہ پورا نہ ہوا تو اسی خدا تعالیٰ نے فرمایا **بَل رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ**۔ اللہ نے اپنی طرف مرفوع کیا جیسے اور نبیوں کو کیا کرتا ہے اس کے لئے کئی قدرتی اسباب پیدا ہو گئے۔ بہت نزدیک تھا۔ دن کو گرہن۔ سخت آندھی۔ پلاطوس کی بیوی کو خواب۔ پڑیوں کا نہ توڑا جانا۔ مڑم عیسیٰ

(ب) آسمان پر کسی بشر کا جانا خلافت سنتہ اللہ ہے سنت اللہ کیا ہے۔ کفار نے ہمارے
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا اذتوفی فی السماء (یا تو آسمان پر چڑھ جاو) جواب دیا گیا
 سبحان ربی اھل کنت الالبشرا دسولا بشر کے لئے یہ سنت نہیں ولن تجد لسنة اللہ
 متبدلاً (سنت اللہ میں تغیر نہیں ہوتا) چنانچہ فرمایا وہیہا محتون و فیہا متوفون (اسی زمین
 میں زندہ رہو گے اسی میں مرو گے) واقعہ صلیب کے بعد باغبانوں کے جھین میں کچھ مریوں سے
 لئے زخم دکھائے۔ مچھلی کھائی اور کشمیر میں پونچھے داں بنا ہما (لی دبیوۃ ذات قراۃ
 معین۔) ہم نے اپنے مقام چشے والوں پر نپاہ دی)

ہماری

نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر میرا ہی ہے	وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے دُرسارا
لیک از خدا ہے برتر خیر اور ملی ہی ہے	سب پاک میں پیمر اک دوست سے بہتر
اسپر ہر اک نظر ہے بدر الدجی ہی ہے	پہلوں سے خوبتر خوجی میں اک قمر ہے
میں جاؤں اس کے وار بس خدا ہی ہے	پہلے تورہ میں ہرے پار اس نے میں اُتار ہے
دل یار سے ملائے وہ آشنا ہی ہے	پروے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دیکھا ہے ہمنے اس سے بس رہنما ہی ہے	وہ یار لامکانی۔ وہ دلبر نہانی
وہ طیب دامن ہے اس کی ثنای ہی ہے	وہ آج شاہ دیں ہے وہ لاج مکلین ہے
جوراز تھے بتائے نعم العطار ہی ہے	حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائو
ہاتھوں میں شمع دین ہے عین الضیاء ہی ہے	آنکھ اس کی دور میں دل یار قرین ہے
دولت کا دینے والا فرماں روا ہی ہے	جوراز دین تھے بھاری اس نے بتائے سارے
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس نصیباء ہی ہے	اس نور پر فدا ہوں اس کی ہی میں ہوا ہوں
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا ہی ہے	وہ دلبر بیگانہ علموں کا ہے خزانہ
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا ہی ہے	سب ہم نے اس کا پایا شاہ ہے تو قدا یا
پھر کھولے جس نے جند و وہ مجتبیٰ ہی ہے	ہم تھے دلوں کے اندھو سوسو دلوں میں چمکے

مؤلف رسالہ کشف الاسرار کی اور کتابیں جن پر ریویو آف ریلیجیوز قادیان
ماہ جولائی ۱۹۱۰ء میں حسب ذیل ریویو شائع ہوا ہے۔

ریویو

رسالہ ترکیب بند صادق۔ اس رسالہ میں لائق مصنف مختلف انگریزی فرانسیسی اور فارسی تاریخ کی کتابوں
سے اہل عرب کو جمیع علوم و فنون کا سرچشمہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور جہاں تک میں اس رسالہ پر غور کیا ہے
مصنف صاحب اپنا ارادہ میں بہت کامیاب ہوئے ہیں رسالہ مذکور عام فہم نظم میں مدح و اشی منقول
زبان اردو سلیس ہے۔ ۵۰ صفحہ کا رسالہ ہے۔ قیمت ۳۴

رسالہ صمصام الحق۔ اس میں مصنف نے خلفاء کرام کی خلافت کا ثبوت اہل تشیع کی معتبر کتب سے
بالتفصیل نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ دیا ہے۔ عبارت برجستہ اردو سلیس و الحجات مفصل مع ترجمہ صفحہ

سیف اللہ القہار علی رؤس الاشمر۔ مصنف مذکور نے اس رسالہ میں شیعہ صاحب کے ہل
عقائد متکلفیہ اور نجوم اور دیگر ایسے لچر عقائد کی مختصر طور پر مگر عمدہ پیرائے میں مہذب تہذیب کی بے قرآن کہیم
سے استدلال پکڑا ہے۔ ۲۰ صفحہ کا رسالہ ہے۔

یہ ہر کتاب میں سید محمد صادق حسین صاحب صادق فقہار عدالت اڈیشہ اخبار امادہ پنج
در سالہ صبح صادق امادہ مصنف کتب مذکور سے مل سکتی ہیں؟

طبع زیر

تصدیق کلام ربانی بجواب مسلمانوں کے بانی کی کہانی (اردو آریہ)
ازالۃ الشکوک (ایک آریہ کے پیش سوالوں کے جوابات)

